شرح سُنن ابنِ ماجہ

تصنیف

امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ قزوینی

جلد اوّل

ترجمہ

ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

شارح

علامہ محمد لیاقت علی رضوی

شبیر برادرز

اردو بازار ○ لاہور

خواہ یہ طاعات قولی ہوں یا فعلی، ذکر ایمان کی کمیت وکیفیت میں اضافہ کرنے کا باعث ہے، اسی طرح نماز، روزہ اور حج سے بھی ایمان کی کمیت وکیفیت میں اضافہ ہوتا ہے۔اس کے برعکس ایمان کو نقصان پہنچانے والے اسباب حسب ذیل ہیں۔

جہالت: اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے بارے میں جہالت ایمان میں کمی کا موجب ہے، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے بارے میں انسان کی معرفت میں کمی ہوگی تو اس سے خود بخود اس کے ایمان میں بھی کمی واقع ہو جائے گی۔

غور وفکر نہ کرنا: اللہ تعالیٰ کی کونی وشرعی نشانیوں میں غور وفکر نہ کرنا بھی ایمان میں کمی کا سبب بنتا ہے یا کم ازکم اس سے ایمان جامد ہو جاتا ہے اور نشو ونما نہیں کر پاتا۔

ترک طاعت: ترک طاعت بھی ایمان میں کمی کا سبب ہے۔اگر طاعت واجب ہو اور اس نے عذر کے بغیر اسے ترک کیا ہو تو یہ ایک ایسی کمی ہے جس پر اسے نہ صرف ملامت کی جائے گی بلکہ سزا بھی دی جائے گی اور اگر اطاعت واجب نہ تھی یا واجب تو تھی مگر اس نے اسے کسی شرعی عذر کی وجہ سے ترک کیا تو یہ ایک ایسی کمی ہے کہ اس پر اسے ملامت نہیں کی جائے گی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو عقل اور دین کے اعتبار سے ناقص قرار دیا اور دین کے اعتبار سے ناقص ہونے کا سبب یہ بیان فرمایا ہے کہ وہ حالت حیض میں نماز نہیں پڑھتیں اور روزہ نہیں رکھتیں اور پھر اس حالت میں ترک صوم وصلوٰۃ کی وجہ سے وہ قابل ملامت بھی نہیں بلکہ انہیں حکم ہی یہی ہے کہ اس حالت میں وہ نماز اور روزے کو ترک کر دیں، چنانچہ جب وہ اپنے اس شرعی عذر کی وجہ سے ان کاموں کو سرانجام دینے سے قاصر ہیں جنہیں سرانجام دینے میں مردوں کو کوئی عذر نہیں تو اس وجہ سے وہ مردوں کے مقابلہ میں ناقص قرار پائیں۔

بَابُ: فِي الْقَدَرِ

یہ باب تقدیر کے بیان میں ہے

تقدیر کے لغوی واصطلاحی معانی کا بیان

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں کہ قدر کا لغوی مفہوم کچھ یوں ہے۔

الْقَدَرُ : الاسم، الْقَدْرُ المصدر. وهو ما يُقَدِّرُ الله من القضاء ، ويحكم به من الامور.

(ابن منظور، لسان العرب، 74:5)

لفظ قدر اسم ہے، اور قدر مصدر ہے اور اس سے مراد وہ قضا (فیصلہ) جسے اللہ تعالیٰ مقدر کر دے (کہ وہ ہو کر رہے گا) اور اُمور میں سے جس چیز کا اللہ تعالیٰ فیصلہ فرما دے (وہ قدر ہے)۔جب کہ قدر کا اِصطلاحی معنی یہ ہے۔

ان القدر سِرٌّ من سِرِّ الله، بل الإيمان بما جرت به المقادير من خيرٍ او شرٍّ، واجب على العباد ان يؤمنوا به، ثم لا يامن العبد ان يبحث عن القدر فيكذب بمقادير الله الجارية على العباد، فيضلّ عن طريق الحق. (آجری، کتاب الشریعۃ، 2:698)

قدر، اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے ایک راز ہے، بلکہ خیر وشر کی جو تقدیریں جاری ہوتی ہیں ان پر ایمان لانا بندوں پر

واجب ہے، پھر ایسا ممکن نہیں کہ بندہ قدر کے بارے میں بحث کرے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ان قدروں کے بارے میں جو بندوں پر جاری ہوتی ہیں جھوٹ سے مامون رہے، پس پھر راہ حق سے گمراہ ہو جائے۔
اسی مسئلے کا نام مسئلہ تقدیر یا مسئلہ قضاوقدر ہے۔
اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ انسان کے مجبور یا مختار ہونے کا مسئلہ صرف مذہبی موضوع بحث نہیں رہا بلکہ یہ دُنیا بھر کے فلاسفہ، مفکرین اور علماء کا محبوب ترین موضوع رہا ہے۔ نفسیات، جرمیات، عمرانیات اور دیگر مختلف فلسفوں میں اس مسئلہ پر سیر حاصل مباحث ملتے ہیں، جنہیں مسلم اور غیر مسلم مفکرین اور فلسفیوں نے اپنے علم اور فکر سے فروغ بخشا۔ پھر یہ زبان، ادب اور شاعری کا بھی موضوع رہی۔ اس بنا پر اس مسئلے میں مختلف قسم کی آراء ملتی ہیں۔ اسی لئے اس کے اثرات خواص سے لے کر عوام تک کے ذہنوں کو متاثر کرنے میں اہم کردار انجام دیتے ہیں۔
ایمانیات کے سلسلے کا ایک اہم ترین موضوع ایمان بالقدر ہے جو ارکانِ ایمان میں سے آخری مگر انتہائی مہتم بالشان جزو ہے۔ لیکن عجیب اتفاق ہے کہ اسی مسئلہ کی نسبت لوگوں کے ذہنوں میں طرح طرح کے شکوک وشبہات اور اوہام و وساوس پائے جاتے ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موضوع پر کرید کرید کر گفتگو سے منع فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شیطان تم میں کسی ایک کے پاس آتا ہے اور پوچھتا ہے کہ تجھے کس نے پیدا کیا؟ فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا؟ یہاں تک کہ وہ پوچھتا ہے کہ خدا کو کس نے پیدا کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بس یہاں رُک جاؤ، شیطان کے شر سے خدا کی پناہ مانگو۔ اس سے آگے نہ سوچو۔ مقصد یہ تھا کہ لوگ اس پیچیدہ اور نازک مسئلے میں خواہ مخواہ اُلجھ کر اپنی عاقبت نہ خراب کر بیٹھیں کیونکہ یہ حقیقت اپنی جگہ مسلّمہ ہے کہ انسانی عقل و دانش اس نازک مسئلے کے حقیقی مضمرات کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ لہٰذا اس موضوع پر بحث وتمحیص میں حد سے آگے بڑھنے کا نتیجہ گمراہی ہو سکتا ہے۔

انسان کے اختیار وعدم اختیار کا بیان

اس ضمن میں حقیقت بالکل واضح ہے کہ انسان نہ تو کلیتاً اتنا مختار ہے کہ اس پر کوئی قدغن ہی نہ ہو اور نہ ہی ایسا مجبور ہے کہ وہ خود کو ہر ذمہ داری سے بَری قرار دے سکے۔ انسان کی حقیقی حیثیت بین القدر والجبر ہے جو ایک معتدل کیفیت سے عبارت ہے۔ فی الواقع اسے اختیار وارادے کی مکمل آزادی ہے لیکن اس کی آزادی میں نہ افراط ہے نہ تفریط۔
منقول ہے کہ حضرت علی صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے اس مسئلے کی بابت استفسار کیا۔ روایت کے الفاظ ہیں ایک آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا: مجھے قدر کے بارے میں بتلایئے، آپ نے فرمایا: یہ ایک تاریک راستہ ہے اس پر مت چلو، اس نے کہا: مجھے قدر کے بارے میں بتلایئے۔ آپ نے فرمایا: یہ ایک گہرا سمندر ہے اس میں داخل نہ ہو، اس نے پھر کہا: مجھے قدر کے بارے میں بتلایئے۔ آپ نے فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کا ایک راز ہے جو اس نے تم پر مخفی رکھا ہے، پس اس کے بارے میں کھوج نہ لگا، اس نے پھر کہا: مجھے قدر کے بارے میں بتلایئے، آپ نے فرمایا: اے سائل! مجھے یہ بتاؤ! اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی منشا سے پیدا کیا ہے یا تمہاری منشا سے؟ اس نے کہا: بلکہ اس نے اپنی منشا سے پیدا کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: بس وہ تم سے اسی طرح کام لے گا جس طرح

وہ چاہتا ہے۔(1. سیوطی، تاریخ الخلفاء،1:182،2. ہندی، کنز العمال،1:181، رقم:1561)

بندوں کو افعال میں اختیار ہونے کا بیان

علامہ تفتازانی فرماتے ہیں۔اور بندوں کو اپنے افعال کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔اس بنا پر اگر یہ افعال طاعت پر مبنی ہوں توان کا ثواب ملتا ہے اور اگر معصیت پر مبنی ہوں تو ان پر عذاب دیا جاتا ہے۔فرقہ جبریہ کا یہ کہنا غلط ہے کہ بندے کو اپنے افعال کا کچھ اختیار ہی نہیں۔اس کی حرکات وسکنات تو محض جمادات کی حرکات کے مشابہ ہیں،جنہیں اپنے افعال پر نہ قدرت حاصل ہوتی ہے اور نہ قصد واختیار،یہ باطل ہے،کیوں کہ ہم پکڑنے اور کانپنے کی حرکت میں ضرور فرق کرتے ہیں،اور یہ بھی جانتے ہیں کہ پہلی حرکت بندے کے اختیار سے ہے نہ کہ دوسری حرکت،اگر بندے کو اپنے افعال کا اختیار ہی نہیں تو اس کا احکام الٰہی کا مکلف ٹھہرایا جانا اور اس کا ثواب وعذاب کا مستحق ہونا،نیز افعال کا اس کی طرف منسوب ہونا کس طرح درست ہوسکتا ہے۔کیوں کہ ان افعال میں حرکت سے پہلے قصد اور اختیار ہوتا ہے۔اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ اس نے نماز پڑھی،اس نے لکھا جو اشیاء اس کی قدرت سے باہر ہیں ان کے متعلق انداز مختلف ہوتا ہے۔مثلاً کہا جاتا ہے کہ اس نے روزہ رکھا،لڑکا بڑا ہوگیا،یا اس کا چہرہ سیاہ پڑ گیا۔ان افعال کی نسبت بندے کی طرف نہیں کی جاتی۔بلاشبہ اللہ تعالیٰ خالق ہیں اور بندہ اعمال کا کاسب ہے اور تحقیق اس کی اس طرح ہے کہ بندہ اس کام میں اپنی قدرت اور صلاحیت صرف کرتا ہے لہٰذا یہ کسب ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی کوشش کے بعد اس فعل کو موجود کردیتا ہے،یہ خلق ہے ایک ہی فعل دو قدرتوں سے وجود میں آتا ہے لیکن دو مختلف جہتوں سے فعل اپنے وجود کے اعتبار سے خدا کا فعل ہے۔مگر اپنے کسب کے اعتبار سے بندے کا۔جس طرح زمین تخلیق کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور ثبوت تصرف کے اعتبار سے بندے اس کے مالک ہیں۔(تفتازانی، شرح العقائد النسفیۃ،84-81، سفارینی، لوامع الانوار البھیۃ،1،292)

علامہ تفتازانی کی مذکورہ بالا بحث سے یہ مسئلہ اچھی طرح واضح ہوجاتا ہے کہ اگرچہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے فعلِ خَلق کے نتیجے میں وقوع پذیر ہوتی ہے،لیکن عملی طور پر بندہ اپنے افعال میں کسب کا اختیار رکھتا ہے اور اسی اختیار کی بنیاد پر اپنے ہر عمل کا ذمہ دار اور اس پر جزاو سزا کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔

تقدیر کے غالب آجانے کا بیان

76- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ ح و حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ أَنَّهُ يُجْمَعُ خَلْقُ أَحَدِكُمْ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا ثُمَّ يَكُونُ عَلَقَةً مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يَبْعَثُ اللَّهُ إِلَيْهِ الْمَلَكَ فَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ فَيَقُولُ اكْتُبْ عَمَلَهُ وَأَجَلَهُ وَرِزْقَهُ وَشَقِيٌّ أَمْ سَعِيدٌ فَوَالَّذِي نَفْسِي

76: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث:3208' ورقم الحدیث:3332,2594,7454' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث:6665' ورقم الحدیث:6666' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث:4708' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث:2137

بیدہ اِنَّ اَحَدَکُمْ لَیَعْمَلُ بِعَمَلِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ حَتّٰی مَا یَکُوْنَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَھَا اِلَّا ذِرَاعٌ فَیَسْبِقُ عَلَیْہِ الْکِتَابُ فَیَعْمَلُ بِعَمَلِ اَھْلِ النَّارِ فَیَدْخُلُھَا وَاِنَّ اَحَدَکُمْ لَیَعْمَلُ بِعَمَلِ اَھْلِ النَّارِ حَتّٰی مَا یَکُوْنُ بَیْنَہٗ وَبَیْنَھَا اِلَّا ذِرَاعٌ فَیَسْبِقُ عَلَیْہِ الْکِتَابُ فَیَعْمَلُ بِعَمَلِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فَیَدْخُلُھَا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا' آپ سچے ہیں اور آپ کی تصدیق کی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا: بے شک تم میں سے کسی ایک شخص کا مادہ تخلیق چالیس دن تک اس کی ماں کے پیٹ میں (نطفے کی شکل میں) رہتا ہے اور پھر وہ اتنے عرصے تک خون کے لوتھڑے کی شکل میں رہتا ہے اور پھر وہ اتنے عرصے تک گوشت کے ٹکڑے کی شکل میں رہتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجتا ہے اور اسے چار باتوں کا حکم دیا جاتا ہے اسے کہا جاتا ہے: اس کا عمل، اس کا رزق، اس کی زندگی کی مدت اور اس کا بدبخت یا نیک بخت ہونا لکھ لو۔ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:) اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! کوئی شخص عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک بالشت کا فاصلہ رہ جاتا ہے لیکن تقدیر کا لکھا ہوا اس پر غالب آجاتا ہے اور وہ اہل جہنم کا سا عمل کرتا ہے اور جہنم میں چلا جاتا ہے۔ اسی طرح کوئی شخص اہل جہنم کا سا عمل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے اور جہنم کے درمیان ایک بالشت کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو تقدیر کا لکھا ہوا غالب آجاتا ہے اور وہ اہل جنت کا سا عمل کرتا ہے اور جنت میں چلا جاتا ہے۔

شرح

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عمل، اجل (عمر) رزق اور سعادت وشقاوت (خوش نصیبی، اور بدنصیبی) یہ سب تقدیر سے ہے، اور اس کو اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے حق میں پہلے ہی لکھ دیا ہے، اور یہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے، اس لئے ہر آدمی کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت واطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق کر کے تقدیر کو اپنے حق میں مفید بنانے کی کوشش کرنی چاہیے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی)

یہود کے چار سوالات کے جوابات کا بیان

امام طیالسی نے، الفریابی، احمد، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابونعیم اور بیہقی دونوں نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہود کی ایک جماعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور کہا کہ اے ابوالقاسم ہمیں چند باتوں کے بارے میں بتایئے ہم ان کے بارے میں آپ سے سوال کریں گے۔ جن کے بارے میں نبی کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ آپ نے فرمایا مجھ سے پوچھ لو جو تم چاہتے ہو لیکن مجھ کو اللہ کا ذمہ دے دو اور جو یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے ذمہ لیا تھا کہ اگر میں تم کو وہ باتیں بتادوں اور تم ان کو پہچان لو تو تم میری تابعداری کرو گے انہوں نے کہا ٹھیک ہے ہم عہد کرتے ہیں۔ کہنے لگے چار باتیں ہیں جن کے بارے میں ہم آپ سے پوچھیں گے۔ ہم کو بتایئے کہ تورات کے نازل ہونے سے پہلے کون سا کھانا اسرائیل نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ اور ہم کو بتایئے کہ مرد اور عورت کے پانی کے ملنے سے کس طرح لڑکی اور لڑکا پیدا ہوتے ہیں۔ اور ہم کو

بتایئے کہ یہ نبی امی کی نیند میں کیا کیفیت ہوتی ہیں۔ اور فرشتوں میں سے کون اس کا دوست ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے وعدہ لیا اگر میں تم کو یہ باتیں بتلادوں تو تم میری تابعداری کرو گے؟ تو انہوں نے وعدہ کرلیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تم کو اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے تورات کو نازل فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ اسرائیل (یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام) بیمار ہوئے اور ان کی بیماری لمبی ہوگئی تو انہوں نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس بیماری سے شفاء عطا فرمادی تو میں وہ کھانا اور پینا جو مجھے سب سے زیادہ پسند ہے اس کو (اپنے اوپر) حرام کرلوں گا۔ اور ان کا پسندیدہ کھانا اونٹ کا گوشت تھا اور پسندیدہ پینا اس کا دودھ تھا انہوں نے کہا اے اللہ! ہاں (یہ بات ٹھیک ہے) آپ نے فرمایا اے اللہ تو گواہ ہو جا۔ پھر آپ نے فرمایا میں اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں کیا تم جانتے ہو کہ مرد کا پانی سفید اور گاڑھا ہوتا ہے۔ اور عورت کا پانی زرد اور پیلا ہوتا ہے سو ان دونوں پانیوں میں سے جس کا پانی غالب ہو جائے تو اللہ کے حکم سے بچہ اس کے ہم شکل ہوتا ہے اگر مرد کا پانی غالب ہو جائے تو اللہ کے حکم سے لڑکا پیدا ہوگا۔ اور اگر عورت کا پانی غالب ہو جائے تو اللہ کے حکم سے لڑکی پیدا ہوگی۔ انہوں نے کہا اے اللہ! ہاں۔ (یہ بات بھی ٹھیک ہے) آپ نے فرمایا اے اللہ تو گواہ ہو جا۔ پھر آپ نے فرمایا میں تم کو اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات کو اتارا کیا تم جانتے ہو کہ اس نبی امی کی آنکھیں سوتی ہیں اور اس کا دل نہیں سوتا کہنے لگے! ہاں۔ (یہ بات بھی ٹھیک ہے) آپ نے فرمایا اے اللہ ان پر گواہ ہو جا۔ کہنے لگے اب آپ ہم سے یہ بیان فرمائیں کہ فرشتوں میں سے آپ کا کون دوست ہے پس اس وقت ہم آپ کی تابعداری کریں گے یا ہم آپ سے جدائی اختیار کرلیں گے۔ آپ نے فرمایا میرا دوست جبرئیل ہے اللہ تعالیٰ نے کبھی کوئی نبی نہیں بھیجا مگر یہ کہ اس کا وہی (یعنی جبرئیل) دوست ہوتا ہے کہنے لگے پھر تو ہم آپ سے جدائی اختیار کرلیں گے اگر فرشتوں میں سے اس کے علاوہ آپ کا کوئی دوست ہوتا تو پھر ہم آپ کی تابعداری کرتے اور آپ کی تصدیق بھی کرتے۔ آپ نے فرمایا کہ کس چیز نے تم کو اس بات سے منع کیا کہ تم لوگ میری تصدیق کرو؟ کہنے لگے کہ وہ ہمارا دشمن ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لفظ آیت من کان عدوا لجبریل سے لے کر کانھم لا یعلمون تک فباؤ و بغضب علی غضب سو اس وجہ سے وہ غصہ پر غصہ کے مستحق ہو گئے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ بقرہ، بیروت)

اعمال کی قبولیت کیلئے تقدیر پر ایمان لانے کا بیان

77- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سِنَانٍ عَنْ وَهْبِ بْنِ خَالِدِ نِ الْحِمْصِيِّ عَنِ ابْنِ الدَّيْلَمِيِّ قَالَ وَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ شَيْءٌ مِّنْ هٰذَا الْقَدَرِ خَشِيْتُ اَنْ يُّفْسِدَ عَلَيَّ دِيْنِيْ وَاَمْرِيْ فَاَتَيْتُ اُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ فَقُلْتُ اَبَا الْمُنْذِرِ اِنَّهٗ قَدْ وَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ شَيْءٌ مِّنْ هٰذَا الْقَدَرِ فَخَشِيْتُ عَلٰى دِيْنِيْ وَاَمْرِيْ فَحَدِّثْنِيْ مِنْ ذٰلِكَ بِشَيْءٍ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يَّنْفَعَنِيْ بِهٖ فَقَالَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ عَذَّبَ اَهْلَ سَمٰوَاتِهٖ وَاَهْلَ اَرْضِهٖ لَعَذَّبَهُمْ وَهُوَ غَيْرُ ظَالِمٍ لَّهُمْ وَلَوْ رَحِمَهُمْ لَكَانَتْ رَحْمَتُهٗ خَيْرًا لَّهُمْ مِّنْ اَعْمَالِهِمْ وَلَوْ كَانَ لَكَ مِثْلُ جَبَلِ اُحُدٍ ذَهَبًا اَوْ مِثْلُ جَبَلِ اُحُدٍ تُنْفِقُهٗ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا قُبِلَ مِنْكَ حَتّٰى

77: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 4699

تُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ فَتَعْلَمَ اَنَّ مَا اَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ وَاَنَّ مَا اَخْطَاَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ وَاَنَّكَ اِنْ مُتَّ عَلٰى غَيْرِ هٰذَا دَخَلْتَ النَّارَ وَلَا عَلَيْكَ اَنْ تَاْتِيَ اَخِي عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ فَتَسْاَلَهُ فَاَتَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ فَسَاَلْتُهُ فَذَكَرَ مِثْلَ مَا قَالَ اُبَيٌّ وَقَالَ لِي وَلَا عَلَيْكَ اَنْ تَاْتِيَ حُذَيْفَةَ فَاَتَيْتُ حُذَيْفَةَ فَسَاَلْتُهُ فَقَالَ مِثْلَ مَا قَالَا وَقَالَ ائْتِ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَاسْاَلْهُ فَاَتَيْتُ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَسَاَلْتُهُ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ عَذَّبَ اَهْلَ سَمَاوَاتِهِ وَاَهْلَ اَرْضِهِ لَعَذَّبَهُمْ وَهُوَ غَيْرُ ظَالِمٍ لَّهُمْ وَلَوْ رَحِمَهُمْ لَكَانَتْ رَحْمَتُهُ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْ اَعْمَالِهِمْ وَلَوْ كَانَ لَكَ مِثْلُ اُحُدٍ ذَهَبًا اَوْ مِثْلُ جَبَلِ اُحُدٍ ذَهَبًا تُنْفِقُهُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا قَبِلَهُ مِنْكَ حَتّٰى تُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ كُلِّهِ فَتَعْلَمَ اَنَّ مَا اَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ وَمَا اَخْطَاَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ وَاَنَّكَ اِنْ مُتَّ عَلٰى غَيْرِ هٰذَا دَخَلْتَ النَّارَ

ابن دیلمی بیان کرتے ہیں: تقدیر کے معاملے میں میرے ذہن میں کچھ الجھن پیدا ہوئی تو مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ میرے دین اور میرے معاملے کو خراب نہ کر دے' تو میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا' میں نے عرض کی: اے ابوالمنذر ر! میرے دل میں تقدیر کے حوالے سے کچھ الجھن ہے' مجھے اپنے دین اور اپنے معاملے کے بارے میں اندیشہ ہوا تو آپ مجھے اس بارے میں کوئی ایسی چیز بتایئے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مجھے نفع عطا کرے' تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ آسمان میں رہنے والے سب لوگوں اور زمین میں رہنے والے سب لوگوں کو عذاب دے' تو وہ ایسی حالت میں انہیں عذاب دے گا کہ وہ ان پر ظلم کرنے والا نہیں ہوگا اور اگر وہ ان پر رحم کر دے' تو اس کی رحمت ان لوگوں کے حق میں ان کے اعمال سے زیادہ بہتر ہے' اگر تمہارے پاس اُحد پہاڑ جتنا یا اُحد پہاڑ کی مانند سونا ہو جسے تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو تو یہ تمہاری طرف سے اس وقت تک قبول نہیں ہوگا' جب تک تم تقدیر پر ایمان نہیں رکھتے' تم یہ بات جان لو کہ جو چیز تمہیں لاحق ہونی ہے وہ تم سے رہ نہیں سکتی اور جو تمہیں لاحق نہیں ہونی ہے وہ تم تک پہنچ نہیں سکتی' اگر تم اس کے علاوہ کسی اور عقیدے پر مرتے ہو' تو تم جہنم میں جاؤ گے' اگر تم میرے بھائی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان سے بات کر لو تو تم پر کوئی حرج نہیں ہوگا۔

(ابن دیلمی کہتے ہیں) میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا' میں نے ان سے یہ سوال کیا' تو انہوں نے بھی وہی جواب دیا جو حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا تھا' پھر انہوں نے مجھ سے فرمایا: اگر تم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ تو تم پر کوئی حرج نہیں ہوگا' تو میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا' میں نے ان سے بھی یہی سوال کیا' تو انہوں نے بھی وہی جواب دیا: جو ان دونوں حضرات نے جواب دیا تھا' پھر انہوں نے فرمایا: تم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان سے یہ پوچھو' میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس آیا' میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے بیان کیا' میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے:

''اگر اللہ تعالیٰ آسمان میں رہنے والے اور زمین میں رہنے والے سب لوگوں کو عذاب دے' تو وہ ایسی حالت میں انہیں

عذاب دے گا کہ وہ ان پر ظلم کرنے والا نہیں ہوگا اور اگر وہ ان پر رحم کر دے تو اس کی رحمت ان لوگوں کے لیے ان کے اپنے اعمال سے زیادہ بہتر ہے اگر تمہارے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) احد پہاڑ کی مانند سونا ہو اور تم اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرو تو اللہ تعالیٰ تمہاری طرف سے اسے اس وقت تک قبول نہیں کرے گا' جب تک تم تقدیر پر ایمان نہیں رکھتے' اور یہ بات جان نہیں لیتے کہ جو چیز تمہیں لاحق ہوئی ہے' وہ تمہیں لاحق ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی اور جو چیز تمہیں لاحق نہیں ہوتی ہے وہ تم تک پہنچ نہیں سکتی' اگر تم اس کے علاوہ کسی اور عقیدے پر مرتے ہو' تو تم جہنم میں داخل ہو گے"۔

شرح

اس حدیث میں ایمان کے مزہ اور اس کی حلاوت و شیرینی کا ذکر ہے جو محسوس اشیاء کے مزہ کی طرح نہیں ہے، دنیاوی کھانے پینے کا ایک مزہ ہوتا ہے، دوسری چیز کھانے کے بعد پہلی چیز کا مزہ جاتا رہتا ہے، لیکن ایمان کی حلاوت تا دیر باقی رہتی ہے، حتی کہ آدمی بھی خلوص دل، حضور قلب اور خشوع و خضوع کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے تو اس کی حلاوت اسے مدتوں محسوس ہوتی ہے، لیکن اس ایمانی حلاوت اور مزہ کا ادراک صرف اسی کو ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے اس نعمت سے بہرہ ور کیا ہو۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو مقدر کر رکھا ہے، تقدیر کو اصابت سے تعبیر کیا، اس لئے کہ تقدیر کا لکھا ہو کر رہے گا، تو جو کچھ تقدیر بھی اللہ تعالیٰ نے اسے بندہ کے حق میں لکھ دی ہے وہ اس کو مل کر رہے گی، مقدر کو ٹالنے کے اسباب اختیار کرنے کے بعد بھی وہ مل کر رہے گا، انسان سے وہ خطا نہیں کرے گا۔

ایک معنی یہ بھی ہے کہ تم کو جو کچھ بھی پہنچ گیا ہے اس کے بارے میں یہ نہ سوچو کہ وہ تم سے خطا کرنے والی چیز ہے، تو یہ نہ کہو کہ اگر میں نے ایسے ایسے کیا ہوتا تو ایسا نہ ہوتا، اس لئے کہ اس وقت تم جس حالت سے دوچار ہوئے اس کا ٹلنا ناممکن ہے، تو تمہارا ہر اندازہ اور ہر تدبیر اس تقدیر کے وقوع پذیر ہونے میں غیر موثر ہے، حدیث کی شرح دونوں معنوں میں صحیح ہے، پس اللہ تعالیٰ نے بندہ کے حق میں جو کچھ مقدر کر رکھا ہے وہ اس کو مل کر رہے گا، اس کا خطا کر جانا ناممکن ہے، اس بات پر ایمان کے نتیجہ میں مومن ایمان کا مزہ چکھے گا، اس لئے کہ اس ایمان کی موجودگی میں آدمی کو اس بات کا علم اور اس پر اطمینان ہوگا کہ مقدر کی بات لابدی اور ضروری طور پر واقع ہوگی، اس کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔

اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک آدمی اپنے بچوں کو لے کر کسی تفریح گاہ میں سیر و تفریح کے لئے جاتا ہے، اور اس کا بچہ وہاں گہرے پانی میں ڈوب کر مر جاتا ہے، تو یہ کہنا صحیح نہیں کہ اگر وہ سیر کے لئے نہ نکلا ہوتا تو وہ بچہ نہ مرتا، اس لئے کہ جو کچھ ہوا یہ اللہ کی طرف سے مقدر تھا، اور تقدیر کے مطابق لازمی طور پر ہوا جس کو روکا نہیں جا سکتا تھا، تو جو کچھ ہونے والی چیز تھی اس نے خطا نہیں کی، ایسی صورت میں انسان کو اطمینان قلب حاصل ہو جاتا ہے اور وہ اس صورت حال پر اللہ کے فیصلہ پر صبر کرتا ہے بلکہ اس پر راضی ہوتا ہے، اور اس کو پتہ چل جاتا ہے کہ یہ جو کچھ ہوا اس سے فرار کی کوئی صورت نہیں تھی، اور دل میں ہر طرح کے اٹھتے خیالات اور اندازے سب شیطانی وساوس کے قبیل سے ہیں، پس آدمی کو یہ نہیں کہنا چاہئے کہ اگر میں نے ایسا کیا ہوتا تو ایسا اور ایسا ہوتا، کیونکہ

او" شیطان کی دخل اندازی کا راستہ کھول دیتا ہے، اس معنی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں بیان فرمایا ہے: (مَا أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّن قَبْلِ أَن نَّبْرَأَهَا إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ (22) لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ) ،یعنی: "نہ کوئی مصیبت دنیا میں آتی ہے، نہ (خاص) تمہاری جانوں میں، مگر اس سے پہلے کہ ہم اس کو پیدا کریں وہ ایک خاص کتاب میں لکھی ہوئی ہے، یہ (کام) اللہ تعالیٰ پر (بالکل) آسان ہے، تاکہ تم اپنے سے فوت شدہ کسی چیز پر رنجیدہ نہ ہو جایا کرو، اور نہ عطا کردہ چیز پر اترا جاو، اور اترانے والے شیخی خوروں کو اللہ پسند نہیں فرماتا" (سورۃ الحدید)

آدمی اگر تقدیر پر یقین کرے تو مصائب و حوادث پر اس کو اطمینان قلب ہوگا، اور وہ اس پر صبر کرے گا بلکہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر راضی ہوگا، اور اسے ایمان کی حلاوت کا احساس ہوگا۔

حدیث کا دوسرا حصہ 'وما أخطاك لم يكن يصيبك "پہلے فقرے ہی کے معنی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو تقدیر میں نہ ہونا لکھ دیا ہے، وہ کبھی واقع نہیں ہو سکتی، مثلاً اگر ایک آدمی نے کسی تجارت گاہ کا رخ کیا، لیکن وہاں پہنچنے پر پتہ چلا کہ بازار بند ہو گیا، تو اس کو کہا جائے گا کہ یہ تجارتی فائدہ جو تم کو نہ ملا، اسے تم کو ہرگز ہرگز نہ ملنا تھا چاہے تم اس کے لئے جتنا بھی جتن اور کوشش کرتے، یا ہم یہ کہیں کہ یہ تم کو حاصل ہونے والا نہ تھا اس لئے کہ معاملہ اللہ کے قضا و قدر کے مطابق طے ہونا تھا، آدمی کو اس عقیدہ کا تجربہ کر کے یہ دیکھنا چاہیے کہ کیا اس کے بعد اس کو ایمان کی حلاوت کا احساس ہوا یا نہیں۔

عقیدہ تقدیر کے باوجود اعمال کرتے رہنے کے حکم کا بیان

78- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح و حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَٰنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِيَدِهِ عُودٌ فَنَكَتَ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَمَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا نَتَّكِلُ قَالَ لَا اعْمَلُوا وَلَا تَتَّكِلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ ثُمَّ قَرَأَ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَى وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَى وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَى فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَى

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ایک چھڑی تھی جس کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین کو کرید رہے تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

78: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 1362 'ورقم الحدیث: 4945 'ورقم الحدیث: 4945م ورقم الحدیث: 4946 'ورقم الحدیث: 4949 'ورقم الحدیث: 4947 'ورقم الحدیث: 4948 'ورقم الحدیث: 6217 'ورقم الحدیث: 6605 'ورقم الحدیث: 7552 'اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6673 'ورقم الحدیث: 6674 'ورقم الحدیث: 6675 'ورقم الحدیث: 6676 'اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 4694 'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2136 'ورقم الحدیث: 3344

اپنا سر مبارک اٹھایا اور ارشاد فرمایا: تم میں سے ہر ایک شخص کا جنت یا جہنم میں مخصوص ٹھکانہ لکھا جا چکا ہے۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تو کیا ہم اس پر اکتفا نہیں کریں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں تم عمل کرو اس پر اکتفا نہ کرو کیونکہ جس شخص کو جس کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے اس کے لیے وہ چیز آسان کر دی جاتی ہے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی۔ ''پس وہ شخص جو (مال) دیتا ہے اور پرہیزگاری اختیار کرتا ہے اور اچھی بات کی تصدیق کرتا ہے ہم اس کے لیے آسانی کو آسان کر دیں گے اور جو شخص بخل اختیار کرتا ہے اور بے نیازی اختیار کرتا ہے اور اچھی بات کی تکذیب کرتا ہے تو ہم اس کے لیے تنگی کو آسان کر دیں گے۔''

شرح

اس میں ان شیطانی وسوسوں کا جواب ہے جو اکثر لوگوں کے ذہنوں میں آتے رہتے ہیں کہ جب جنتی اور جہنمی کا فیصلہ پہلے ہی ہو چکا ہے تو اب عمل کیونکر کریں؟ لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عمل کرو، تقدیر پر بھروسہ کر کے بیٹھ نہ جاؤ، کیونکہ ہر شخص کو اسی عمل کی توفیق دی جاتی ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے''، اس لئے نیک عمل کرتے رہنا چاہیے کیونکہ یہی جنت میں جانے اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے مستحق بننے کا ذریعہ ہے۔

پختہ یقین کرنے کا بیان

79- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَعَلِیُّ بْنُ مُحَمَّدِ نِ الطَّنَافِسِیُّ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ رَّبِيعَةَ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيٰى بْنِ حَبَّانَ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَيْرٌ وَّاَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ وَفِیْ كُلٍّ خَيْرٌ اِحْرِصْ عَلٰى مَا يَنْفَعُكَ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَلَا تَعْجَزْ فَاِنْ اَصَابَكَ شَیْءٌ فَلَا تَقُلْ لَوْ اَنِّیْ فَعَلْتُ كَذَا وَكَذَا وَلٰكِنْ قُلْ قَدَّرَ اللّٰهُ وَمَا شَآءَ فَعَلَ فَاِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: کمزور مومن کے مقابلے میں طاقتور مومن زیادہ بہتر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب ہوتا ہے۔ ویسے ان دونوں میں ہی بھلائی موجود ہے جو چیز تمہیں نفع دیتی ہے تم اس کا لالچ کرو اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو اور عاجز نہ ہو جاؤ۔ اگر تمہیں کوئی ناپسندیدہ صورتحال لاحق ہوتی ہے تو تم یہ نہ کہو کہ اگر میں ایسے ایسے کر لیتا (تو ایسا نہ ہوتا) بلکہ تم یہ کہو کہ یہ اللہ تعالیٰ نے تقدیر مقرر کی تھی وہ جو چاہتا ہے ویسا ہی کرتا ہے اس کی وجہ یہ ہے۔ ''اگر'' کہنا شیطان کے کام کا دروازہ کھولتا ہے۔

شرح

یاد رکھیں کہ ہم تقدیر کے مکلف نہیں بلکہ احکام شرع کے پابند ہیں۔ کوئی شخص جرم کا ارتکاب اور نیکی کا انکار اس دلیل سے نہیں کر سکتا کہ میری تقدیر میں یہی تھا اس لئے کہ آپ کو شریعت نے نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کا واضح حکم دیا ہے۔ آپ اس شرعی حکم کو

79: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6716

بخوبی جانتے ہیں۔ تقدیر کا تعلق علم غیب سے ہے جو آپ کے بس میں نہیں، پھر جو چیز آپ جانتے ہیں اور جس کا حکم بھی آپ کو دیا گیا ہے اور جس کی تعمیل یا انکار کا نتیجہ بھی آپ کے سامنے رکھ دیا گیا ہے۔ اگر آپ اس کی تعمیل نہیں کرتے اور اس علم الٰہی کا جسے آپ جانتے ہی نہیں، بہانہ بنا کر آپ غلط راہ اختیار کر رہے ہیں کہ جی قسمت میں یہی لکھا تھا۔ آپ کو کیسے پتہ چل گیا کہ آپ کی قسمت میں یہی لکھا تھا؟ کیا آپ نے لوح محفوظ پر لکھا دیکھ لیا تھا؟ پس جس کا پتہ ہے اختیار ہے، کرنے کی قدرت ہے، جس کے انجام سے باخبر ہیں اس پر عمل نہ کرنا اور جسے جانتے ہی نہیں اس کا بہانہ بنا کر فرائض سے فرار اور جرائم کا ارتکاب کرنا، بیمار اور مجرمانہ ذہنیت کی عکاسی کرتا ہے۔ بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

تقدیر کے پابند ہیں جمادات و نباتات — مومن فقط احکام الٰہی کا ہے پابند

اس غلط سوچ نے ہمارے معاشرے کو جہنم زار بنا دیا ہے۔

عمل سے فارغ ہوا مسلمان بنا کے بہانہ تقدیر کا

غربت، پسماندگی، جہالت، بیروزگاری، ظلم، ڈاکے، قتل، اغوا، آبروریزیاں، تخریب کاریاں، رشوت اور لوٹ کھسوٹ کرنے والے تمام شیطان تقدیر کا غلط مفہوم نکال کر ہی اپنی کرتوتوں کا جواز نکالتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کہیں بھی کسی کو ظلم کرنے کا حکم نہیں دیا۔ نہ مظلوم کو دب دبا کر ظلم کے آگے گھٹنے ٹیکنے کا کہیں حکم دیا بلکہ مظلوموں کو ظالموں سے قتال کرنے کا حکم دیا ہے۔ قرآن کریم میں فرمایا:

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ (الحج،22:39)

جن سے لڑا جا رہا ہے ان کو اجازت دے دی گئی اس وجہ سے کہ ان پر ظلم ہوا اور بے شک اللہ ان کی مدد کرنے پر ضرور قدرت رکھتا ہے۔

بعض لوگ اپنی برائیوں سے بھری زندگی کو دیکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ انسان اپنے خصائل کی تشکیل کے حوالے سے بھی بے بس ہے لہٰذا ایسے انسان کو گناہ و ثواب اور خیر و شر کی کڑی آزمائش میں ڈالنا ظلم ہے۔ ان احباب کی خدمت میں عرض ہے کہ ہمیں عقل، فہم، دانش، شعور، حواس اور وحی کے ذریعے اچھے برے کا تمام علم دے دیا گیا۔ سیدھے راستہ کی نشاندہی بھی فرما دی اور اس پر چلنے کا انجام بھی۔ برا راستہ بھی بتا دیا اور اس کو اپنانے کا خطرناک نتیجہ بھی۔ ہمیں علم، شعور اور ارادہ و اختیار دے دیا کہ سمجھو اور جس راستے کو چاہو اختیار کر لو۔ یہ اختیار فرشتوں کو نہیں ملا، انسانوں کو ملا ہے۔ اس میں انسانوں کی عزت و عظمت ہے کہ وہ بے اختیار پتھر یا کسی مشین کا کل پرزہ نہیں۔ بااختیار، باشعور، مقتدر ہستی ہے لیکن اکثر انسانوں نے اللہ کی ان عطا شدہ نعمتوں کی ناقدری کی اور ان کا غلط استعمال کیا اور بجائے فائدے کے اپنی ہلاکت کا سامان کر لیا جیسے لوہے سے آپ نے ایک نہایت ضروری اور کارآمد مفید آلہ چھری بنائی۔ اب اس کا استعمال آپ کے اختیار میں ہے چاہیں تو گوشت، سبزیاں وغیرہ کاٹ کر زندگی کو سہولتوں سے متمتع کریں اور چاہیں تو اپنے یا کسی اور بے گناہ کے پیٹ میں گھونپ کر چراغ زندگی گل کر دیں۔ قصور نہ لوہا بنانے والے خدا کا ہے نہ چھری بنانے والے کا۔ قصور اس احمق کا ہے جس نے خالق کی نافرمانی کی۔ دوسرے انسانوں سے بہتر استعمال کا سبق نہ لیا اور کسی خیر خواہ کے مشورے پر بھی توجہ نہ دی۔ عقل و فہم اور شعور کا بھی خون کیا اور پند ناصح کو بھی درخور اعتناء نہ جانا۔ انسان اپنی ابتدائے آفرینش سے فریب نفس

کا شکار ہے۔ جان بوجھ کر غلط کاریاں کرتا ہے اور اپنے نفس کو دھوکہ دینے اور طفل تسلیوں کے طور پر اس قسم کی منفی سوچوں میں مگن رہتا ہے۔

پر تجسس ذہن وہ نہیں جو منفی سوچ سوچے، تجسس صحیح وہی ہے جو مثبت ہو۔ صبح سویرے اٹھتا، قضائے حاجت سے فارغ ہوتا، ناشتہ کرتا اور دفتر، دکان، کارخانے، سکول، کالج، کھیت، زمین، باغ، منڈی کی طرف وقت مقررہ پر روزی کمانے اور مستقبل سنوارنے کے لئے ہمت کر کے چل پڑتا ہے۔ اس وقت ایسی منفی سوچ نہیں سوچتا، کام سے فارغ ہو کر گھر پہنچتا، کھانا کھاتا اور وقت پر سوتا ہے۔ کبھی ان مصروفیات پر منفی سوچ کی گرد پڑنے نہیں دیتا۔ ہر کام وقت پر کرتا ہے لیکن جونہی دینی فرائض انجام دینے کی باری آئی نفس ہزاروں وسوسے پیدا کرتا اور انسان کو احساس ذمہ داری سے عاری کرتا ہے۔ کبھی اپنی کوتاہیوں کو تقدیر کے پلڑے میں ڈالتا ہے کبھی ماحول کی آلودگی کے ذمے لگاتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان مکالمہ کا بیان

80- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ وَيَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ كَاسِبٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ سَمِعَ طَاوُسًا يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يُخْبِرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ احْتَجَّ آدَمُ وَمُوسَى عَلَيْهِمَا السَّلَام فَقَالَ لَهُ مُوسَى يَا آدَمُ أَنْتَ أَبُونَا خَيَّبْتَنَا وَأَخْرَجْتَنَا مِنَ الْجَنَّةِ بِذَنْبِكَ فَقَالَ لَهُ آدَمُ يَا مُوسَى اصْطَفَاكَ اللّٰهُ بِكَلَامِهِ وَخَطَّ لَكَ التَّوْرَاةَ بِيَدِهِ أَتَلُومُنِي عَلَى أَمْرٍ قَدَّرَهُ اللّٰهُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَنِي بِأَرْبَعِينَ سَنَةً فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى ثَلَاثًا

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان بحث چھڑ گئی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے آدم! آپ ہمارے جدامجد ہیں آپ نے ہمیں رسوا کیا اور جنت میں سے نکلوا دیا حضرت آدم علیہ السلام نے ان سے کہا: اے موسیٰ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے کلام کے لئے منتخب کیا اور آپ کے لیے اپنے دست قدرت کے ذریعے (تورات کی الواح) تحریر کیں۔ کیا آپ ایک ایسے معاملے کے بارے میں مجھے ملامت کر رہے ہیں؟ جو اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے چالیس سال پہلے میری تقدیر میں لکھ دیا تھا (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) تو حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جیت گئے۔ حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جیت گئے (یہ بات آپ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی)

شرح

علامہ تورپشتی فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس بھول کو میری پیدائش سے بھی پہلے میرے لئے لوح محفوظ میں مقدر فرما دیا تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ ضرور بروقت وقوع پذیر ہوگی، لہٰذا جب وقت مقدر آ پہنچا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ امر مقدر اور اللہ تعالیٰ کے علم کے خلاف وہ عمل ممنوع سرزد نہ ہوتا چنانچہ تم مجھ پر یہ الزام تو ڈال رہے ہو اور تمہیں سبب ظاہری یعنی میرا

80: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6614' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6684' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 4701

کسب واختیار تو یا در ہا لیکن اصل چیز یعنی مقدر سے تم صرف نظر کر گئے۔حضرت آدم و موسیٰ علیہما السلام کا مناظرہ اس عالم دنیا میں نہیں ہوا جہاں اسباب سے قطع نظر درست نہیں ہے بلکہ یہ مناظرہ عالم بالا میں ان دونوں کی روحوں کے درمیان ہوا تھا۔اسی لئے یہاں یہ بات بطور خاص ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اگر کوئی عاصی و گناہ گار اس قسم کی دلیل کا سہارا لینے لگے تو وہ اس کے لئے کار آمد نہیں ہوگی، کیونکہ حضرت آدم کا معاملہ اس جہاں میں تھا جہاں وہ اسباب کے مکلف نہیں تھے اور پھر ان کی یہ خطاء بارگارہ الوہیت سے معاف بھی کر دی گئی تھی، للہٰذا یہاں تو کسب واختیار اور ابواب کی بناء پر مواخذہ ہوگا کہا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ پر جو تختیاں اتری تھیں وہ زمردی تھیں اور ان کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ ستر اونٹوں پر لادی جاتی تھیں، ان تختیوں میں ان کی قوم کے لئے اللہ کی جانب سے احکام و مسائل لکھے ہوئے تھے،ان تختیوں میں جو مضامین مذکور تھے وہ قدیم ہیں للہٰذا چالیس سال کی تحدید ان مضامین کے بارہ میں نہیں ہوگی بلکہ یہ کہا جائے گا کہ وہ مضامین جو ان تختیوں پر لکھے گئے تھے،ان کے لکھنے کی مدت آدم کی پیدائش سے چالیس سال قبل ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ اور تقدیر کا بیان

امام الفریابی، عبد بن حمید، ابن ابی الدنیا نے التوبہ میں ابن جریر، ابن ابی حاتم، حاکم اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت فتلقی ادم من ربہ کلمت کے بارے میں وہ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے عرض کیا اے میرے رب کیا آپ نے مجھے اپنے ہاتھ سے پیدا نہیں فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیوں نہیں۔ پھر عرض کیا اے میرے رب کیا آپ نے میرے اندر اپنی روح میں سے نہیں پھونکا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیوں نہیں۔ پھر عرض کیا اے میرے رب کیا آپ کی رحمت آپ غضب سے سبقت نہیں لے گئی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیوں نہیں۔ پھر عرض کیا اے میرے رب! آپ مجھے بتائیے اگر میں توبہ کرلوں اور اپنی اصلاح کرلوں تو کیا آپ مجھے جنت کی طرف (دوبارہ) لوٹا دیں گے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں۔

امام طبرانی نے الاوسط میں اور ابن عسا کر نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو وہ کھڑے ہوئے اور کعبہ شریف پر آئے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ اللہ تعالیٰ نے (اس مقام پر) ان کو یہ دعا الہام فرمائی۔

اللّٰھم انک تعلم سری وعلانیتی فاقبل معذرتی، وتعلم حاجتی فاعطنی سؤالی، وتعلم ما فی نفسی فاغفرلی ذنبی، اللّٰھم انی اسئلک ایمانا یباشرنی قلبی، ویقیناً صادقا حتی اعلم انہ لا یصیبنی الا ما کتبت لی، وارضنی بما قسمت لی۔

اے اللہ! تو میرے ظاہر اور باطن کو جانتا ہے سو میری معذرت قبول فرما اور تو میری حاجت کو جانتا ہے سو مجھے عطا فرما جو میں نے سوال کیا اور تو جانتا ہے جو کچھ میرے دل میں ہے سو میرے گناہ بخش دے۔اے اللہ میں تجھ سے ایسے ایمان کا طالب ہوں جو میرے قلب میں جاگزیں ہو اور یقین صادق کا طلب گار رہوں حتیٰ کہ میں جان لوں کہ جو کچھ مجھے پہنچتا ہے وہ وہی ہے جو تو نے میری تقدیر میں لکھ دیا اور میں اس پر ہر طرح سے راضی ہوں جو تو نے میرے لئے تقسیم فرما دیا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی۔اے آدم میں نے تیری توبہ قبول کر لی اور تیرے گناہ کو معاف کر دیا۔اور جو کوئی یہ دعا

کرے گا تو اس کے گناہ ضرور معاف کروں گا اور میں اس کی ضرورت اور معاملہ میں کفایت کروں گا اور اس سے شیطان کو روک دوں گا اور اس کے لئے ہر تاجر سے آگے تجارت کروں گا اور دنیا کو اس کی طرف متوجہ کروں گا۔ اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آئے گی۔ اگر چہ وہ انسان دنیا کا ارادہ نہیں کرے گا۔

جندی، طبرانی اور ابن عساکر نے فضائل مکہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کرنے کا ارادہ فرمایا تو ان کی اجازت فرمائی اور انہوں نے بیت اللہ کے سات چکر لگائے اور بیت اللہ اس دن سرخ ٹیلہ کی مانند تھا۔ جب انہوں نے دو رکعتیں پڑھیں تو پھر بیت اللہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے اور یہ دعا کی۔

اللّٰهم انك تعلم سر يرتي وعلانيتي فاقبل معذرتي سؤ الي وتعلم ما في نفس فاغفرلي ذنوبي اللّٰهم اني اسئلك ايمانا يباشر قلبي ويقيناً صادقا حتى اعلم انه لا يصيبني الا ما كتبت لي .

اے اللہ! بلاشبہ تو جانتا ہے میرے باطن اور ظاہر کو سو میری معذرت قبول فرمایئے اور مجھ کو عطا فرمایئے جو میں نے سوال کیا ہے۔ اور آپ جانتے ہیں جو کچھ میرے دل میں ہے سو میرے گناہوں کو بخش دیجئے اے اللہ میں آپ سے ایسے ایمان کا سوال کرتا ہوں جو میرے قلب میں جاگزیں ہو اور یقین صادق کا طلب گار ہوں حتی کہ میں یہ جان لو کہ جو کچھ مجھ کو (تکلیف) پہنچی ہے وہ وہی ہے جو آپ نے میری تقدیر میں لکھ دی ہے اور میں ہر طرح سے راضی ہوں جو آپ نے میرے لئے تقسیم فرما دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے تیرے گناہوں کو بخش دیا ہے اور تیری اولاد میں سے جو کوئی اس طرح دعا کرے گا تو اس کے گناہوں کو معاف کر دوں گا اور اس کے غم اور پریشانیوں کو دور کروں گا اور اس کی آنکھوں کے درمیان فقر کو مٹا دوں گا اور ہر تاجر سے بلند میں اس کے لیے تجارت کروں گا اور ہر تاجر اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آئے گی اگر چہ وہ اس کا ارادہ نہ کرتا ہو گا۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو انہوں نے ایک ہفتہ اللہ کے گھر کا طواف کیا اور بیت اللہ کے سامنے دو رکعتیں پڑھیں پھر یہ دعا فرمائی۔

اللّٰهم انت تعليم سرى وعلانيتي فاقبل معذرتي وتعلم حاجتي فاعطني سؤالي وتعلم ما عندي فاغفرلي ذنوبي واسئلك ايمانا يباهي قلبي ويقيناً صادقا حتى أعلم انه لا يصيبني الا ما كتب لي ورضي بقضائك .

اے اللہ تو جانتا ہے میرے باطن کو اور ظاہر کو سو میری معذرت قبول فرمایئے اور آپ میری حاجت کو جانتے ہیں اس لئے مجھے عطا فرمایئے جو میں نے سوال کیا ہے اور آپ جانتے ہیں جو کچھ میرے پاس ہے سو میرے گناہوں کو بخش دیجئے میں آپ سے ایسے ایمان کا سوال کرتا ہوں جو قلب میں جاگزین ہو جائے اور یقین صادق کا طلبگار ہوں حتی کہ میں جان لوں کہ جو کچھ مجھ کو (تکلیف) پہنچتی ہے وہ وہی ہے جو آپ نے میرے مقدر میں لکھ دی ہے اور مجھے اپنے

فیصلے پر راضی کر دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی اے آدم تو نے مجھ سے ایسی دعا کی ہے جس کو میں نے تیرے لئے قبول کر لیا ہے۔ اور تیری اولاد میں سے جو بھی یہ دعا کرے گا تو اس کو قبول کروں گا اور اس کے گناہ معاف کر دوں گا اور اس کی پریشانی اور غم کو دور کر دوں گا اور ہر تاجر سے آپ کے اس کے لئے تجارت کروں گا اور دنیا کے پاس ذلیل ہو کر آئے گی اگر چہ اس نے اس کا ارادہ نہ کیا ہوگا۔

امام وکیع عبد بن حمید، ابوالشیخ نے العظمہ میں ابونعیم نے الحلیہ میں عبید بن عمیر اللیثی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ آدم علیہ السلام نے (اللہ تعالیٰ سے) عرض کیا اے میرے رب کیا میں نے کوئی ایسا کام کیا ہے جو آپ نے میری تقدیر میں پہلے میرے متعلق لکھ دیا تھا کہ میں نے خود اپنی طرف سے یہ کام کیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے یہ کام تیری تقدیر میں پہلے لکھ دیا تھا عرض کیا یا میرے رب جس طرح تو نے یہ کام ہونا میرے متعلق لکھ دیا تھا اسی طرح اس کو معاف بھی فرما دیجئے۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت فتلقی ادم من ربه كلمت فتاب عليه ۔ انه هو التواب الرحيم (۳۷) (پھر آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھے پھر اس کی توجہ قبول فرمائی بیشک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے)۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے لفظ آیت فتلقی ادم من ربه كلمت فتاب علیه کے بارے میں روایت کیا کہ ہم کو یہ بتایا گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے (اللہ تعالیٰ سے) یہ عرض کیا اے میرے رب آپ مجھ کو بتایئے اگر میں توبہ کرلوں اور اپنی اصلاح کرلوں کیا تو مجھے جنت میں لوٹا دے گا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تجھ کو جنت میں لوٹا دوں گا اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تجھ کو جنت میں لوٹا دوں گا (اس پر آدم علیہ السلام نے یہ کلمات فرمائے) لفظ آیت قالا ربنا ظلمنا انفسنا، وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخسرین حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے استغفار کیا اور ان کی طرف توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی لیکن اللہ کے دشمن ابلیس نے اللہ کی قسم وہ اپنے گناہوں سے باز نہ آیا اور نہ توبہ کا سوال کیا جب وہ اس گناہ میں واقع ہوا لیکن اس نے قیامت کے دن تک مہلت مانگی تو اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو ان میں سے وہ چیز دے دی جس کا اس نے سوال کیا تھا۔

حضرت ثعلبی نے عکرمہ کے واسطہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لفظ آیت فتلقى ادم من ربه كلمت کے بارے میں روایت کیا کہ وہ کلمات تھے لفظ آیت قالا ربنا ظلمنا انفسنا، وان لم تغفرلنا وترحمنا لنكونن من الخسرين اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اگر آپ ہم کو نہ بخشیں گے تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ (تفسیر در منثور، سورہ بقرہ، بیروت)

چار چیزوں پر ایمان لانے کا بیان

81- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ زُرَارَةَ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ رِبْعِيٍّ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتَّى يُؤْمِنَ بِأَرْبَعٍ بِاللَّهِ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ

81: اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2145

وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَبِالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْقَدَرِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: بندہ اس وقت تک مؤمن نہیں ہوتا جب تک وہ چار چیزوں پر ایمان نہ لائے اس بات کی گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔ بے شک میں اللہ تعالیٰ کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حق کے ہمراہ مبعوث کیا ہے اور وہ موت پر اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان لائے اور تقدیر پر ایمان لائے۔

شرح

موت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کو یقینی جانے کہ اس دنیا کی تمام زندگی عارضی اور فانی ہے جو اپنے وقت پر ختم ہو جائے گی۔ اور اس دنیا میں جو کچھ ہے سب ایک دن فنا کے گھاٹ اتر جائے گا یا اس سے یہ مراد ہے کہ اس بات پر صدق دل سے یقین واعتقاد رکھا جائے کہ موت کا ایک دن مقرر ہے اور وہ خداوند کے حکم سے آتی ہے کوئی بیماری، حادثہ یا تکلیف موت کا حقیقی سبب نہیں ہے بلکہ یہ چیزیں بادی النظر میں ظاہری اسباب ہوتے ہیں کسی انسان کی زندگی اور موت کلیۃً اللہ کے ہاتھ میں ہے جب تک اس کا حکم ہوتا ہے زندگی رہتی ہے اور جب وہ چاہتا ہے موت بھیج کر زندگی ختم کر دیتا ہے۔

ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بزار نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا کہ وہ خزانہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا وہ ایک سونے کی تختی تھی جس پر لکھا ہوا تھا مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو تقدیر پر ایمان رکھتا ہے تو تھکاوٹ کیسے برداشت کرتا ہے اور مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو آگ کا ذکر کرتا ہے پھر ہنستا ہے اور مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو موت کو یاد کرتا ہے پھر غافل ہو جاتا ہے اور اس تختی پر یہ بھی لکھا ہوا تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ الاسراء، بیروت)

ازلی فیصلوں کا بیان

82- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَعَلِیُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ يَحْيٰى بْنِ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ عَمَّتِهٖ عَآئِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَآئِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ دُعِیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى جَنَازَةِ غُلَامٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ طُوْبٰى لِهٰذَا عُصْفُوْرٌ مِّنْ عَصَافِيْرِ الْجَنَّةِ لَمْ يَعْمَلِ السُّوْٓءَ وَلَمْ يُدْرِكْهُ قَالَ اَوَ غَيْرَ ذٰلِكَ يَا عَآئِشَةُ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ لِلْجَنَّةِ اَهْلًا خَلَقَهُمْ لَهَا وَهُمْ فِیْ اَصْلَابِ اٰبَآئِهِمْ وَخَلَقَ لِلنَّارِ اَهْلًا خَلَقَهُمْ لَهَا وَهُمْ فِیْ اَصْلَابِ اٰبَآئِهِمْ۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک انصاری لڑکے کی نماز جنازہ کے لیے بلایا گیا میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کے لیے مبارکباد ہے کیونکہ یہ جنت کی ایک چڑیا ہے اس نے کوئی برائی نہیں کی اور اسے برائی کرنے کا زمانہ ہی نصیب نہیں ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! کیا اس کے علاوہ بھی

82: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6710 'اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 4713 'اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 1946

ہے؟ بے شک اللہ تعالیٰ نے جنت کے لیے اس کے اہل لوگ پیدا کیے ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کے لیے اس وقت پیدا کیا جب وہ لوگ اپنے آباؤ اجداد کی پشت میں تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جہنم کے لیے اس کے اہل لوگ پیدا کیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اس جہنم کے لیے اس وقت پیدا کیا جب وہ اپنے آباؤ اجداد کی پشتوں میں تھے۔

شرح

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جنت اور دوزخ میں داخل ہونا نیک و بدعمل پر موقوف نہیں ہے بلکہ یہ تقدیری معاملہ ہے اللہ نے ایک جماعت کے لئے ازل ہی سے جنت لکھ دی ہے اس لئے وہ جنت میں جائے گی خواہ وہ نیک اعمال کریں یا نہ کریں، اسی طرح ایک گروہ دوزخ کے لئے پیدا کیا گیا ہے جو دوزخ میں یقیناً جائے گا خواہ اس کے اعمال بد ہوں یا نہ ہوں۔ لہٰذا یہ لڑکا اگر دوزخ کے لئے پیدا کیا گیا تھا تو وہ دوزخ میں یقیناً جائے گا اگر چہ اس سے اب تک اعمال بد صادر نہیں ہوئے ہیں۔ لیکن اس کے برخلاف اکثر آیات واحادیث اور علماء کے متفق علیہ اقوال ایسے ہیں جن سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ مسلمان بچہ اگر کمسنی کی حالت میں انتقال کر جائے تو وہ یقیناً جنتی ہے بلکہ کفار ومشرکین کے کمسن بچوں کے بارہ میں بھی صحیح یہی مسئلہ ہے کہ وہ بھی جنت میں داخل کیے جائیں گے۔ لہٰذا اب اس حدیث کی توجیح یہی کی جائے گی کہ چونکہ حضرت عائشہ نے اس کے جنتی ہونے پر اس عزم ویقینی کے ساتھ حکم لگایا تھا کہ گویا انہیں غیب کا علم ہے اور اللہ کی مصلحت ومرضی کی راز دان ہیں، اس لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس جزم ویقین پر یہ تنبیہ فرمائی کہ تم اپنے اس وثوق کی بنیاد پر گویا غیب دانی کا اقرار کر رہی ہو، جو کسی بندہ کے لئے مناسب نہیں ہے یا زیادہ صحیح توجیہ اس حدیث کی یہ ہو سکتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اس وقت تک ہوگا جب تک بچوں کے جنتی ہونے کا حکم وحی کے ذریعہ معلوم نہیں ہوا تھا۔

بغیر اعمال کے جنت میں جانے والوں کا بیان

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا منشاء ان مومنین اور مشرک بچوں کے بارہ میں معلوم کرنا تھا جو حالت کمسنی میں اس دنیا سے کوچ کر گئے تھے اور جن سے کوئی عمل خیر یا عمل بد صادر نہیں ہوا تھا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کے بعد حضرت عائشہ کو تعجب ہوا کہ مسلمان بچے بغیر کسی عمل کے بہشت میں کس طرح داخل ہو جائیں گے تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واللہ اعلم بما کانوا عاملین (یعنی اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ کیا عمل کرنے والے تھے) کہہ کر قضا وقدر کی طرف اشارہ فرما دیا کہ وہ جو کچھ عمل کرنے والے تھے وہ نوشتہ تقدیر میں محفوظ ہو چکا ہے، گو اس وقت بالفعل ان سے عمل سرزد نہیں ہوئے ہیں لیکن جو کچھ عمل وہ زندگی کی حالت میں کرتے وہ اللہ کے علم میں ہوں گے اس لئے ان کے جنتی ہونے پر تعجب نہ کرو۔ مشرک بچوں کے بارے میں علامہ تورپشتی فرماتے ہیں کہ یہاں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کا مطلب یہ ہے کہ وہ دنیا میں اپنے باپوں کے تابع ہیں، آخرت کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے اور وہی جانتا ہے کہ وہاں ان کے ساتھ کیسا برتاؤ ہوگا اس لئے ان کے بارہ میں کوئی حکم یقین کے ساتھ نہیں لگایا جا سکتا۔

تقدیر کے متعلق سوال کرنا ممنوع ہے

امام ابن ابی حاتم اور بیہقی نے نوف البکالی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ عزیر علیہ السلام نے اپنے رب سے سرگوشی کرتے ہوئے پوچھا اے میرے رب! آپ نے مخلوق کو پیدا فرمایا (آیت) **تضل بھا من تشاء وتھدی من تشاء** (جس کو آپ چاہتے ہیں گمراہ کر دیتے ہیں اور جس کو آپ چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں) اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا اے عزیر ان باتوں سے کنارہ کر انہوں نے پھر دہرایا تو ان سے کہا گیا تو ضرور ان باتوں سے کنارہ کرے گا ورنہ میں تجھ سے نبوت مٹادوں گا بلاشبہ مجھ سے پوچھا نہیں جاسکتا ان کاموں کے بارے میں جو میں کرتا ہوں اور وہ لوگ پوچھے جائیں گے۔

امام بیہقی نے داود بن ابی ھند رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ عزیر علیہ السلام نے اپنے رب سے تقدیر کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا عنقریب تو مجھ سے میرے علم کے بارے میں بھی سوال کرے گا تیری سزا یہ ہوگی کہ میں تیرا نام نہیں لوں گا انبیاء میں۔

امام طبرانی نے میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے روایت کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور ان پر تورات اتاری تو عرض کیا اے اللہ بلاشبہ آپ عظیم رب ہیں اگر آپ چاہیں تو آپ کی اطاعت کی جائے تو اطاعت کی جائے گی اگر آپ چاہیں کہ نافرمانی نہ ہو تو نافرمانی نہیں کی جائے گی اور آپ یہ پسند کرتے ہیں کہ آپ کی اطاعت کی جائے اور آپ اس زمین میں نافرمانی کی جاتی ہے اے میرے رب یہ کیسے ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ بلاشبہ مجھ سے نہیں پوچھا جاسکتا ان کاموں کے بارے میں جو میں کرتا ہوں اور وہ لوگ پوچھے جائیں گے تو موسیٰ علیہ السلام نے سوال کرنا بند کر دیا جب اللہ تعالیٰ نے عزیر علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور ان پر تورات شریف کو نازل فرمایا جب کہ وہ بنی اسرائیل سے اٹھ چکی تھی یہاں تک کہ جس نے کہا کہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا اے اللہ آپ بڑے رب ہیں اگر آپ چاہیں کہ آپ کی اطاعت کی جائے تو آپ کی اطاعت کی جائے گی اور اگر آپ چاہیں کہ آپ کی نافرمانی نہ کی جائے تو آپ کی نافرمانی نہ کی جائے گی اور آپ یہ پسند کرتے ہیں کہ آپ کی اطاعت کی جائے حالانکہ آپ کی نافرمانی کی جاتی ہے اے میرے رب یہ کیسے ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ بلاشبہ مجھ سے نہیں پوچھا جاسکتا ان کاموں کے بارے میں جو میں کرتا ہوں اور وہ لوگ پوچھے جائیں گے حضرت عزیر علیہ السلام نہ رہے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تو سورج کی دھوپ سے تھیلا بھر سکتا ہے؟ عرض کیا نہیں پھر فرمایا کیا تو ہوا کا پیمانہ بھر سکتا ہے عرض کیا نہیں پھر کہا کیا آپ کر سکتے ہیں کہ ترازو کو نور میں سے لے آئیں فرمایا نہیں (ایسا نہیں کروں گا) پھر فرمایا کیا تو نور کا قیراط لا سکتا ہے۔

عرض کیا نہیں فرمایا اسی طرح جو تو نے سوال کیا اس پر تو قدرت نہیں رکھتا بلاشبہ مجھ سے پوچھا نہیں جاتا ان کاموں سے جو میں کرتا ہوں اور لوگوں سے ان کے اعمال کی باز پرس ہوگی میں سزا مقرر نہیں کرتا مگر یہ کہ تیرا نام انبیاء میں سے مٹادوں گا پھر ان میں تیرا تذکرہ نہیں کیا جائے گا پس ان کا نام انبیاء میں سے مٹا دیا گیا پس انبیائے کرام میں ان کا تذکرہ نہیں کیا جاتا حالانکہ وہ نبی ہیں جب اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کے ہاں اپنا مرتبہ دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو کتاب حکمت تورات اور انجیل سکھائی وہ مادر زاد اندھے کو برص والی بیماری کو درست کر دیتے تھے اور مردوں کو زندہ کر دیتے عرض کیا اے

بلاشبہ آپ بڑے رب ہیں اگر آپ چاہیں کہ آپ کی اطاعت کی جائے تو آپ کی اطاعت کی جائے گی اور اگر آپ چاہیں کہ آپ کی نافرمانی نہ کی جائے تو آپ کی نافرمانی نہ کی جائے گی اور آپ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ آپ کی اطاعت کی جائے جب آپ کی نافرمانی کی جاتی ہے اے میرے رب یہ کیسے ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ بلاشبہ مجھ سے سوال نہیں کیا جاسکتا ان کاموں کے بارے میں جو میں کرتا ہوں جبکہ لوگوں سے ان کے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا اور تو میرا بندہ ہے میرا رسول ہے اور میرا کلمہ ہے جو میں نے تجھ کو مریم کے بطن میں ڈالا تھا اور تو میری طرف سے روح ہے میں نے تجھ کو مٹی سے پیدا کیا پھر میں نے تیرے لئے کہا ہوجا پس تو ہوگیا اگر تو ایسے سوال کرنے سے باز نہ آیا تو میں ضرور تیرے ساتھ وہی معاملہ کروں گا جیسے میں نے تیرے سامنے تیرے ساتھی کے ساتھ کیا بلاشبہ میں سوال نہیں کیا جاسکتا ان کاموں سے جو میں کرتا ہوں اور وہ لوگ سوال کئے جائیں گے عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی تابعداری کرنے والوں کو جمع کیا اور فرمایا تقدیر اللہ کا بھید ہے تم اس (کی چھان بین) کے مکلف نہیں بنائے گئے۔ (تفسیر درمنثور، سورہ الانبیاء، ۲۱، بیروت)

ہر چیز کی تخلیق تقدیر کے مطابق ہونے کا بیان

83- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ زِيَادِ بْنِ اِسْمٰعِيْلَ الْمَخْزُوْمِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ جَآءَ مُشْرِكُوْ قُرَيْشٍ يُخَاصِمُوْنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْقَدَرِ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِى النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ اِنَّا كُلَّ شَىْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: قریش کے مشرکین تقدیر کے بارے میں بحث کرنے کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ "وہ دن کہ جب انہیں ان کے چہروں کے بل جہنم میں ڈالا جائے گا (اور یہ کہا جائے گا) جہنم کا ذائقہ چکھ لو۔ بے شک ہم نے ہر چیز کو تقدیر کے مطابق پیدا کیا ہے۔"

مخلوق کی تخلیق کا مناسب حال ہونے کا بیان

ابن ابی حاتم نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے (آیت) اعطی کل شیء خلقہ کے بارے میں فرمایا ہر جانور کی تخلیق برابر فرمائی پھر اس کو طریقہ سکھایا جس کی وہ صلاحیت رکھتا تھا اور اس کو خاص طور پر سکھایا انسان کی پیدائش جانوروں کی پیدائش جیسی نہیں اور جانوروں کی پیدائش انسان کی پیدائش جیسی نہیں اور لیکن (آیت) وخلق کل شیء فقدرہ تقدیرا (الفرقان، آیت ۲)

ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ (آیت) اعطی کل شیء خلقہ سے مراد ہے کہ ہر مخلوق کو ہر چیز عطا کی گئی جو اس کی تخلیق کے مناسب تھی اور انسان کو جانور کی شکل میں بنایا اور جانور کو کتے کی شکل میں نہیں بنایا اور نہ کتے کو بکری کی شکل میں بنایا اور اس کو ہر وہ چیز عطا کی جو اس کو نکاح کی لئے ضرورت تھی اور ہر چیز کو اس کے مطابق تیار کیا اور اس میں سے

83: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6694 'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2157 'ورقم الحدیث: 3290

کوئی چیز ایسی نہیں کہ جس کا وہ ذرا بھی مالک ہو اپنے کام میں، خلق میں، رزق میں اور نکاح میں (آیت) ثم ھدی پھر اس کی راہنمائی کی ہر چیز کی طرف اس کے رزق کی طرف اور اس کی بیوی کی طرف۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ طہ، ۴۸، بیروت)

تقدیر سے متعلق بحث کرنے والے سے حساب لیا جانے کا بیان

84- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عُثْمَانَ مَوْلٰى اَبِیْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ مُلَيْكَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ دَخَلَ عَلٰى عَائِشَةَ فَذَكَرَ لَهَا شَيْئًا مِّنَ الْقَدَرِ فَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ تَكَلَّمَ فِیْ شَیْءٍ مِّنَ الْقَدَرِ سُئِلَ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ لَّمْ يَتَكَلَّمْ فِيْهِ لَمْ يُسْاَلْ عَنْهُ .

حَدَّثَنَا قَالَ اَبُوالْحَسَنِ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَاهُ حَازِمُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عُثْمَانَ فَذَكَرَ نَحْوَهُ

یحییٰ بن عبداللہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں ایک مرتبہ وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے سامنے تقدیر سے متعلق کوئی بات ذکر کی تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جو شخص تقدیر کے بارے میں کوئی بات کہے گا' اس سے اس بارے میں قیامت کے دن حساب لیا جائے گا اور جو اس کے بارے میں کوئی کلام نہیں کرے گا' اس سے اس بارے میں کوئی سوال نہیں کیا جائے گا''۔ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

منکرین تقدیر قدریہ کا بیان

امام ابن منذر اور حاکم نے طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ہم ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ہمارے ساتھ ایک آدمی قدریہ فرقہ میں سے تھا میں نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ تقدیر نہیں ہے انہوں نے پوچھا کیا لوگوں میں ایسا بھی کوئی ہے؟ میں نے عرض کی اگر موجود ہوتو میں اس کے سر کو پکڑ کر اس پر یہ آیت تلاوت کرتا (آیت) وقضینا الی بنی اسرآئیل فی الکتب لتفسدن فی الارض مرتین ولتعلن علوا کبیرا ۔ (سورت بنی اسرائیل، ۴)

تقدیر سے متعلق بحث کرنے کی ممانعت کا بیان

85- حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ اَبِیْ هِنْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَصْحٰبِهٖ وَهُمْ يَخْتَصِمُوْنَ فِی الْقَدَرِ فَكَاَنَّمَا يُفْقَاُ فِیْ وَجْهِهٖ حَبُّ الرُّمَّانِ مِنَ الْغَضَبِ فَقَالَ بِهٰذَا اُمِرْتُمْ اَوْ لِهٰذَا خُلِقْتُمْ تَضْرِبُوْنَ الْقُرْاٰنَ

84- اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

85- اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

بِبَعْضٍ بِهٰذَا اُهْلِكَتِ الْاُمَمُ قَبْلَكُمْ قَالَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو مَا غَبَطْتُ نَفْسِي بِمَجْلِسٍ تَخَلَّفْتُ فِيهِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا غَبَطْتُ نَفْسِي بِذٰلِكَ الْمَجْلِسِ وَتَخَلُّفِي عَنْهُ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دن نبی کریم ﷺ اپنے اصحاب کے پاس تشریف لائے' وہ لوگ اس وقت تقدیر کے موضوع پر بحث کر رہے تھے' تو غضب کی شدت کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کے چہرہ مبارک کی یہ کیفیت ہوئی کہ گویا اس پر انار نچوڑ دیا گیا ہے' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کیا تمہیں اس بات کا حکم دیا گیا ہے؟ یا تمہیں اس کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے؟ تم لوگ قرآن کے ایک حصے کو دوسرے کے مقابلے میں رکھتے ہو' تم سے پہلے کی امتیں اسی وجہ سے ہلاکت کا شکار ہوگئیں''۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے کبھی یہ آرزو نہیں کی کہ میں کسی ایسی محفل سے غیر حاضر ہوں' جس میں نبی کریم ﷺ موجود ہوں' لیکن اس محفل کے بارے میں' میں نے یہ آرزو کی تھی کہ کاش میں اس میں موجود نہ ہوتا۔

شرح

صحابہ آپس میں تقدیر کے مسئلہ پر بحث کر رہے تھے بعض صحابہ تو یہ کہہ رہے تھے کہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے نوشتہ تقدیر کے مطابق ہیں تو پھر ثواب وعذاب کا ترتب کیوں ہوتا ہے؟ جیسا کہ معتزلہ کا مذہب ہے اور کچھ حضرات یہ کہہ رہے تھے کہ اس میں اللہ کی کیا مصلحت وحکمت ہے کہ بعض انسانوں کو تو جنت کے لئے پیدا کیا اور بعض انسانوں کو دوزخ کے لئے پیدا کیا ہے؟ کچھ صحابہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ اس لئے ہے کہ انسانوں کو کچھ اختیارات بھی اعمال کے کرنے اور نہ کرنے کا دے دیا ہے، کچھ نے کہا یہ اختیار کس نے دیا؟ بہرحال اس قسم کی گفتگو ہو رہی تھی اور اپنی عقل ودانش کے بل بوتہ پر اللہ کے اس راز و مصلحت کے حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کی جارہی تھی کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو اس بحث مباحثہ میں مشغول پایا تو غصہ وغضب سے چہرہ مقدس سرخ ہوگیا اس لئے صحابہ کو بتلا دیا گیا کہ یہ تقدیر کا مسئلہ اللہ کا ایک راز وبھید ہے جو کسی پر ظاہر نہیں کیا گیا ہے لہٰذا اس میں اپنی عقل لڑانا اور غور وتحقیق گمراہی کی راہ اختیار کرنا ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس لئے دنیا میں نہیں بھیجا گیا ہوں کہ تقدیر کے بارہ میں بتاؤں اور تم اس میں بحث ومباحثہ کرو، میری بعثت کا مقصد صرف یہ ہے کہ اللہ وتعالیٰ کے احکام تم لوگوں تک پہنچادوں اور اطاعت فرمانبرداری کی راہ پر تمہیں لگاؤں۔ دین وشریعت کے فرائض واعمال کے کرنے کا تمہیں حکم دوں، لہٰذا ایک سچے مخلص ہونے کے ناطے پر صرف اتنا ہی فرض ہے کہ تم ان احکام فرائض پر عمل کرو اور جن اعمال کے کرنے کا تمہیں حکم دوں اس کی بجا آوری میں لگے رہو، تم اس تقدیر کے مسئلہ میں مت پڑو بس اتنا ہی اعتقاد تمہارے لئے کافی ہے کہ یہ اللہ کا ایک راز ہے جس کی حقیقت ومصلحت وہی جانتا ہے، اس کو اسی کی مرضی پر چھوڑ دو۔

غلبہ تقدیر کے سبب ذوالقرنین کے سینگوں کی تشہیر کا بیان

ابوالشیخ نے وھب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ذوالقرنین سب سے پہلے وہ آدمی تھے جنہوں نے سب سے پہلے پگڑی پہنی اور وہ اس طرح کہ ان کے سر میں دو سینگ تھے گھروں کی طرح جو حرکت کرتے رہتے تھے اس وجہ سے انہوں نے پگڑی

پہنی وہ حمام میں داخل ہوئے تو اس کے ساتھ اس کا کاتب بھی داخل ہوا ذوالقرنین نے پگڑی کو رکھا اور اپنے کاتب سے کہا یہ وہ معاملہ ہے جو تیرے علاوہ مخلوق میں سے کوئی نہیں جانتا اگر میں اس کے بارے میں کسی سے سن لیا تو میں تجھ کو قتل کر دوں گا کاتب حمام سے نکلا اس کو موت کی کیفیت طاری ہوگئی وہ ایک صحرا میں آیا اور اپنے منہ زمین پر رکھا پھر آواز لگائی غور سے سنو بادشاہ کے دو سینگ ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کی اس بات سے دو بانس اگا دیئے ایک بکری چرانے والا ان کے پاس سے گذرا تو وہ اسے بہت اچھے لگے اس نے دونوں کو کاٹ کر بانسریاں بنالیں جب بھی وہ بانسری بجاتا تو ان سے یہ آواز نکلتی تھی بادشاہ کے دو سینگ ہیں یہ بات شہر تک پھیل گئی ذوالقرنین نے کاتب کی طرف پیغام بھیجا اور کہا تو مجھ سے سچی بات کہہ یا میں تجھ کو قتل کر دوں گا تو کاتب نے اپنا واقعہ بیان کیا تو ذوالقرنین نے کہا یہ وہ معاملہ ہے کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ اس کو ظاہر کرے تو اس نے اپنے سر پر پگڑی کو اتار دیا۔ (تفسیر در منثور، سورہ کہف، ۸۳، بیروت)

عدویٰ، طیرہ اور ہامہ کی حقیقت نہ ہونے کا بیان

86- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَعَلِیُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِیْعٌ حَدَّثَنَا یَحْیَى بْنُ اَبِیْ حَیَّةَ اَبُوْجَنَابٍ الْكَلْبِیُّ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوٰى وَلَا طِیَرَةَ وَلَا هَامَةَ فَقَامَ اِلَیْهِ رَجُلٌ اَعْرَابِیٌّ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَیْتَ الْبَعِیْرَ یَكُوْنُ بِهِ الْجَرَبُ فَیُجْرِبُ الْاِبِلَ كُلَّهَا قَالَ ذٰلِكُمُ الْقَدَرُ فَمَنْ اَجْرَبَ الْاَوَّلَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں' نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ''عدویٰ' طیرہ اور ہامہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے''۔ ایک دیہاتی آپ ﷺ کے سامنے کھڑا ہوا' اس نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! اونٹ کے بارے میں آپ ﷺ کی کیا رائے ہے' جسے کوئی خارش لاحق ہو' تو کیا وہ باقی سب اونٹوں کو خارش کا شکار نہیں کر دیتا؟ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''یہ تقدیر کا فیصلہ ہے' ورنہ پہلے کو کس نے خارش کا شکار کیا تھا''۔

چھوا چھوت کی بیماری کا بیان

چھوا چھوت کی بیماری کو عربی میں "عَدْوٰی" کہتے ہیں یعنی ایک کی بیماری دوسرے کو لگ جائے، اور زمانہ جاہلیت میں عربوں کا عقیدہ تھا کہ کھجلی وغیرہ بعض امراض ایک دوسرے کو لگ جاتے ہیں، رسول اکرم ﷺ نے اس عقیدہ کو باطل قرار دیا، اور فرمایا کہ یہ تقدیر سے ہے، جیسے پہلے اونٹ کو کسی کی کھجلی نہیں لگی، بلکہ یہ تقدیر الٰہی ہے، اسی طرح اور اونٹوں کی کھجلی بھی ہے۔

ہامہ اور طیرہ کے مفہوم کا بیان

"طِیَرَۃ": بدفالی اور بدشگونی کو کہتے ہیں جیسے عورتیں کہتی ہیں کہ یہ کپڑا میں نے کس منحوس کے قدم سے لگایا کہ تمام ہی نہیں ہوتا، یا گھر سے نکلے اور بلی سامنے آگئی، یا کسی نے چھینک دیا تو بیٹھ گئے، یا کوئی چڑیا آگے سے گزر گئی تو اب اگر جائیں گے تو کام نہ

86: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

جَدِّهٖ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ اَحْيَا سُنَّةً مِنْ سُنَّتِيْ قَدْ اُمِيْتَتْ بَعْدِيْ فَاِنَّ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلَ اَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنَ النَّاسِ لَا يَنْقُصُ مِنْ اُجُوْرِ النَّاسِ شَيْئًا وَمَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةً لَا يَرْضَاهَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ فَاِنَّ عَلَيْهِ مِثْلَ اِثْمِ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنَ النَّاسِ لَا يَنْقُصُ مِنْ اٰثَامِ النَّاسِ شَيْئًا

کثیر بن عبداللہ اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے' جو شخص میری کسی ایسی سنت کو زندہ کرے جو میرے بعد ناپید ہو چکی ہو' تو اسے اتنا اجر ملے گا' جو ان لوگوں کے اجر کی مانند ہو گا جنہوں نے اس سنت پر عمل کیا ہو گا اور ان لوگوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہو گی۔
اور جو شخص کسی ایسی بدعت کا آغاز کرے جس سے اللہ اور اس کا رسول ﷺ راضی نہ ہوں' تو جو لوگ بھی اس بدعت پر عمل کریں گے ان کے گناہ کی مانند اس شخص کو گناہ ہو گا اور ان دوسرے لوگوں کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہو گی۔

بَاب : فَضْلِ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ

یہ باب قرآن کو سیکھنے اور سکھانے والے کی فضیلت کے بیان میں ہے

قرآن سیکھنے اور سکھانے والے کی فضیلت کا بیان

211- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدِ نِ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ وَسُفْيَانُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ شُعْبَةُ خَيْرُكُمْ وَقَالَ سُفْيَانُ اَفْضَلُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: یہاں شعبہ نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: "تم میں سب سے بہتر' جبکہ سفیان نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: تم میں سب سے افضل وہ شخص ہے' جو قرآن کا علم حاصل کرے اور اس کی تعلیم دے۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ جو شخص قرآن سیکھے جیسا کہ سیکھنے کا حق ہے اور پھر دوسروں کو سکھائے تو وہ سب سے بہتر ہے کیونکہ جس طرح قرآن اور اس کے علوم دنیا کی تمام کتابوں اور علوم سے افضل اور اعلیٰ و ارفع ہیں اسی طرح قرآنی علوم کو جاننے والا بھی دنیا کے افراد میں سب سے ممتاز اور کسی بھی علم کے جاننے والے سے افضل اور اعلیٰ ہے۔ سیکھے کا حق، سے مراد یہ ہے کہ قرآنی علوم میں غور و فکر کرے اور اس کے احکام و معنی اور اس کے حقائق و دقائق کو پوری توجہ اور ذہنی و قلبی بیداری کے ساتھ سیکھے۔

211: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5027' ورقم الحدیث: 5028' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 1457' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2907' ورقم الحدیث: 2908' ورقم الحدیث: 2909

212- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ اَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهُ

◄► حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: تم میں افضل وہ شخص ہے جو قرآن کا علم حاصل کرے اور اس کی تعلیم دے۔

213- حَدَّثَنَا اَزْهَرُ بْنُ مَرْوَانَ حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ نَبْهَانَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ بَهْدَلَةَ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِيَارُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهُ قَالَ وَاَخَذَ بِيَدِي فَاَقْعَدَنِي مَقْعَدِي هٰذَا اُقْرِئُ

◄► مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو قرآن کا علم حاصل کریں اور اس کی تعلیم دیں''۔ (راوی کہتے ہیں: میرے استاد نے یا اس حدیث نے) میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اس جگہ بٹھا دیا جہاں میں (قرآن) پڑھاتا ہوں۔

مؤمن کی قرأت کی فضیلت کا بیان

214- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِي مُوسَى الْاَشْعَرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ كَمَثَلِ الْاُتْرُجَّةِ طَعْمُهَا طَيِّبٌ وَّرِيحُهَا طَيِّبٌ وَّمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي لَا يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ كَمَثَلِ التَّمْرَةِ طَعْمُهَا طَيِّبٌ وَّلَا رِيحَ لَهَا وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ كَمَثَلِ الرَّيْحَانَةِ رِيحُهَا طَيِّبٌ وَّطَعْمُهَا مُرٌّ وَّمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي لَا يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ طَعْمُهَا مُرٌّ وَّلَا رِيحَ لَهَا

◄► حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو مؤمن قرآن پڑھتا ہے اس کی مثال ناشپاتی کی طرح ہے جس کی خوشبو بھی اچھی ہوتی ہے اور اس کا ذائقہ بھی اچھا ہوتا ہے اور جو مؤمن قرآن نہیں پڑھتا اس کی مثال کھجور کی طرح ہے جس کا ذائقہ تو اچھا ہوتا ہے لیکن اس کی خوشبو نہیں ہوتی اور جو منافق شخص قرآن پڑھتا ہے اس کی مثال ریحانہ کی طرح ہے جس کی خوشبو اچھی ہوتی ہے لیکن ذائقہ کڑوا ہوتا ہے اور جو شخص منافق ہو اور قرآن بھی نہ پڑھتا ہو اس کی مثال حنظلہ (نامی بوٹی) کی طرح ہے جس کا ذائقہ

213: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

214: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5020' ورقم الحدیث: 5059' ورقم الحدیث: 5427' ورقم الحدیث: 7560' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 1857' ورقم الحدیث: 1858' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 4829' ورقم الحدیث: 4830' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2865' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 5053

بھی کڑوا ہوتا ہے اور اس کی خوشبو بھی نہیں ہوتی۔

شرح

ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ وہ مسلمان جو قرآن کریم پڑھتا بھی ہے اور اس پر عمل بھی کرتا ہے تو اس کی مثال سنگترے کی سی ہے اور مسلمان جو قرآن پڑھتا تو نہیں مگر اس پر عمل کرتا ہے اس کی مثال کھجور کی سی ہے۔ تشریح قرآن کریم پڑھنے والا مسلمان سنگترے کی مانند یوں ہوا کہ وہ خوش مزہ اور لطیف تو اس وجہ سے ہے کہ اس میں ایمان کی چاشنی جاگزیں ہوتی ہے اور خوشبو صفت اس لئے ہوتا ہے کہ نہ صرف یہ کہ لوگ اس کی قرات و تلاوت سن کر ثواب پاتے ہیں بلکہ اس سے قرآن سیکھتے بھی ہیں۔

قرآن کے علماء کی فضیلت کا بیان

215- حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ خَلَفٍ اَبُوْبِشْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بُدَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ اَهْلِيْنَ مِنَ النَّاسِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ هُمْ قَالَ هُمْ اَهْلُ الْقُرْاٰنِ اَهْلُ اللّٰهِ وَخَاصَّتُهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''لوگوں میں سے کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں' لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! وہ کون لوگ ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ قرآن کے عالم ہیں جو اللہ والے ہیں اور اس کے خاص بندے ہیں''۔

قرآن کو پڑھنے اور یاد رکھنے والے کے ذریعے سفارش بخشش ہونے کا بیان

216- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ كَثِيْرِ بْنِ دِيْنَارٍ الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ اَبِيْ عُمَرَ عَنْ كَثِيْرِ بْنِ زَاذَانَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَاَ الْقُرْاٰنَ وَحَفِظَهُ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ وَشَفَّعَهُ فِيْ عَشَرَةٍ مِّنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ كُلُّهُمْ قَدِ اسْتَوْجَبُوا النَّارَ

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص قرآن پاک پڑھے اسے یاد کرے، تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو جنت میں داخل کرے گا' اور اسے اس کے گھر والوں میں سے دس ایسے افراد کے بارے میں شفاعت کا منصب دے گا کہ جن کے لئے جہنم واجب ہو چکی ہوگی۔

شرح

حضرت معاذ جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قرآن پڑھے اور جو کچھ اس میں مذکور ہے اس پر عمل کرے تو قیامت کے دن اس کے ماں باپ کو تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی دنیا کے گھروں میں چمکنے والے

215 : اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

216: اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 2905

آفتاب کی روشنی سے اعلیٰ ہو گی اگر بفرض محال تمہارے گھروں میں آفتاب ہو اب تو خود اس شخص کا مرتبہ سمجھ سکتے ہو جس نے قرآن پر عمل کیا۔ (احمد، ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد دوم: رقم الحدیث، 650)

من قرأ القرآن کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے خوب اچھی طرح قرآن پڑھا لیکن عطاء طیبی فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے قرآن کو یاد کیا۔ گویا ان کے نزدیک یہاں حافظ قرآن مراد ہے۔ لوکانت فیکم (اگر تمہارے گھروں میں آفتاب ہو) کا مطلب یہ ہے کہ اگر بفرض محال آفتاب آسمان کی بلندیوں سے اتر کر تمہارے گھروں میں آجائے تو اس کی روشنی بھی قیامت کے دن پہنائے جانے والے تاج کی روشنی کے سامنے ماند ہو گی۔ یہ گویا آفتاب کی روشنی کو بطور مبالغہ فرمایا گیا ہے کہ اگر آفتاب اپنی موجودہ روشنی کے ساتھ تمہارے گھروں کے اندر ہو تو ظاہر ہے کہ اس وقت کی روشنی زیادہ معلوم ہو گی بہ نسب موجودہ صورت کی روشنی کے جب کہ آفتاب گھر سے باہر اور بہت زیادہ بلند ہے۔ حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جب قرآن پڑھنے (والے یا حافظ قرآن) اور قرآن پر عمل کرنے والے کے والدین کو عظیم مرتبہ اور نعمت سے نوازا جائے گا تو پھر خود اس شخص کے مرتبہ اور سعادت کا کیا کہنا جس نے قرآن پڑھا اور اس پر عمل کیا؟

قرآن کا فیضان دوسروں تک پہنچانے کا بیان

217- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَوْدِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْاُسَامَةَ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ عَطَاءٍ مَّوْلٰى اَبِیْ اَحْمَدَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا الْقُرْاٰنَ وَاقْرَءُوْهُ وَارْقُدُوْا فَاِنَّ مَثَلَ الْقُرْاٰنِ وَمَنْ تَعَلَّمَهُ فَقَامَ بِهٖ كَمَثَلِ جِرَابٍ مَّحْشُوٍّ مِّسْكًا تَفُوْحُ رِيْحُهٗ كُلَّ مَكَانٍ وَّمَثَلُ مَنْ تَعَلَّمَهٗ فَرَقَدَ وَهُوَ فِيْ جَوْفِهٖ كَمَثَلِ جِرَابٍ اُوْكِيَ عَلٰى مِسْكٍ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: تم قرآن پاک کو سیکھو اور اس کو پڑھا کرو' کیونکہ جو شخص قرآن پاک کا علم حاصل کرنے کے بعد اس کی قرأت بھی کرے' اور قیام کی حالت میں اسے پڑھے بھی' اس کی مثال اس تھیلی کی طرح ہے' جو مشک سے بھری ہوئی ہو' اور اس کی خوشبو ہر جگہ پھیلتی ہو اور جو شخص قرآن پاک کا علم حاصل کر کے سو جائے اور قرآن پاک اس کے ذہن میں ہو' تو اس کی مثال اس مشک کی تھیلی کی طرح ہے' جس کے منہ کو باندھ دیا گیا ہو۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ قرآن پڑھنا سیکھو نہ صرف یہ کہ اس کے الفاظ کی ادائیگی سیکھو بلکہ اس کے مفہوم و معانی اور تفسیر کا علم بھی حاصل کرو۔ حضرت ابومحمد جوینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن سیکھنا اور دوسروں کو سکھانا فرض کفایہ ہے نیز مسئلہ یہ ہے کہ نماز میں فرض قرات کی بقدر سورتوں یا آیتوں کا سیکھنا ہر مسلمان کے لئے فرض عین ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سورت فاتحہ (یا بقدر قرات نماز) سے زیادہ قرآن کی آیتوں یا سورتوں کو یاد کرنے میں مشغول ہونا نفل نماز میں مشغولیت سے افضل ہے کیونکہ نا ز ن

217: اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2876' و رقم الحدیث: 2877

کفایہ ہے جو نفل نماز سے زیادہ اہم ہے۔ بعض متاخرین علماء کا فتویٰ یہ ہے کہ حفظ قرآن میں مشغول ہونا ان علوم میں مشغول ہونے سے افضل ہے۔ جو فرض کفایہ ہیں یعنی جن علوم کو حاصل کرنا فرض عین ہے حفظ قرآن میں مشغول ہونا ان کی مشغولیت سے افضل نہیں ہے۔ مشک سے بھری ہوئی تھیلی کی مثال بایں طور دی گئی ہے کہ قرآن سیکھنے اور پڑھنے والے کا سینہ ایک تھیلی کے مانند ہے جس میں قرآن کریم مشک کی مانند ہے لہٰذا جب وہ قرآن پڑھتا ہے تو اس کی برکت اس کے گھر میں پھیلتی اور اس کے سننے والوں کو پہنچتی ہے حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے قرآن سیکھا مگر نہ تو اس نے اسے پڑھا اور نہ اس پر عمل کیا تو قرآن کریم کی برکت نہ اسے پہنچتی ہے نہ دوسروں کو اس لئے وہ مشک کی اس تھیلی کے مانند ہوا کہ جس کا منہ بند کر دیا گیا ہو اور جس کی وجہ سے نہ مشک کی خوشبو پھیلتی ہے اور نہ اس سے کسی کو کوئی فائدہ پہنچتا ہے۔

قرآن کے سبب بلندی عطاء ہونے کا بیان

218- حَدَّثَنَا اَبُوْمَرْوَانَ مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْعُثْمَانِيُّ حَدَّثَنَا اِبْرٰهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ وَاثِلَةَ اَبِي الطُّفَيْلِ اَنَّ نَافِعَ بْنَ عَبْدِ الْحَارِثِ اَنَّهُ لَقِيَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ بِعُسْفَانَ وَكَانَ عُمَرُ اسْتَعْمَلَهُ عَلٰى مَكَّةَ فَقَالَ عُمَرُ مَنِ اسْتَخْلَفْتَ عَلٰى اَهْلِ الْوَادِيْ قَالَ اسْتَخْلَفْتُ عَلَيْهِمُ ابْنَ اَبْزٰى قَالَ وَمَنِ ابْنُ اَبْزٰى قَالَ رَجُلٌ مِّنْ مَّوَالِيْنَا قَالَ عُمَرُ مَا اسْتَخْلَفْتَ عَلَيْهِمْ مَوْلًى قَالَ اِنَّهُ قَارِئٌ لِكِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى عَالِمٌ بِالْفَرَائِضِ قَاضٍ قَالَ عُمَرُ اَمَا اِنَّ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَّيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ

◄► نافع بن عبدالحارث بیان کرتے ہیں: ان کی ملاقات ''عسفان'' کے مقام پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ہوئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نافع کو مکہ کا گورنر مقرر کیا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: تم نے اہل مکہ کے لیے کسے اپنا نائب بنایا ہے' تو نافع نے جواب دیا: میں نے ابن ابزیٰ کو ان لوگوں پر اپنا نائب بنایا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: ابن ابزیٰ کون ہے؟ تو نافع نے بتایا: وہ ہمارے آزاد کردہ غلاموں میں سے ایک شخص ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے: تم نے ان لوگوں پر ایک غلام کو اپنا نائب بنا دیا ہے؟ نافع نے بتایا: وہ اللہ کی کتاب کا قاری ہے۔ علم وراثت کا عالم ہے اور فیصلہ دے سکتا ہے' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بتایا: تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: بے شک اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے کچھ لوگوں کو بلند درجہ نصیب کرے گا اور کچھ دوسرے لوگوں کو پست کر دے گا۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کا درجہ بلند کرتا ہے بایں طور کہ دنیا میں تو اسے عزت و وقار کی زندگی عطا فرماتا ہے اور عقبیٰ میں ان لوگوں کے ساتھ رکھتا ہے جن پر اس نے اپنا انعام کیا ہے اس

218: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 1894' ورقم الحدیث: 1895

طرح جو شخص نہ قرآن پڑھتا ہے اور نہ اس پر عمل کرتا ہے اس کا درجہ پست کر دیتا ہے۔

کسی ایک آیت کا سیکھنا نفلی عبادت سے بڑھ کر ہونے کا بیان

219- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ غَالِبٍ الْعَبَّادَانِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ الْبَحْرَانِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا ذَرٍّ لَاَنْ تَغْدُوَ فَتَعَلَّمَ اٰيَةً مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ تُصَلِّيَ مِائَةَ رَكْعَةٍ وَّلَاَنْ تَغْدُوَ فَتَعَلَّمَ بَابًا مِّنَ الْعِلْمِ عُمِلَ بِهٖ اَوْ لَمْ يُعْمَلْ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ تُصَلِّيَ اَلْفَ رَكْعَةٍ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے ابوذر! تمہارا صبح کے وقت جا کر اللہ کی کتاب کی کسی آیت کو سیکھ لینا تمہارے لیے اس سے زیادہ بہتر ہے' تم ایک سو رکعات نماز ادا کرو' اور تمہارا صبح کے وقت جا کر علم کے ایک باب کو سیکھ لینا' خواہ تم اس پر عمل کر و یا اس پر عمل نہ کرو' تمہارے لیے اس سے زیادہ بہتر ہے کہ تم ایک ہزار رکعات ادا کرو۔

شرح

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ تو ہم صفہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ تم میں سے کون شخص یہ پسند کرتا ہے کہ وہ ہر روز بطحان یا عقیق کی طرف جائے اور وہاں سے دو اونٹنیاں بڑے کوہان والی بغیر کسی گناہ کے اور بغیر انقطاع صلہ رحمی کے لائے؟ ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم سب پسند کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر سن لو کہ تم میں سے جو شخص مسجد میں جاتا ہے اور وہاں کتاب اللہ کی دو آیتیں کسی کو سکھاتا ہے یا خود پڑھتا ہے تو وہ اس کے لئے دو اونٹنیوں سے بہتر ہے تین آیتیں اس کے لئے تین اونٹنیوں سے بہتر ہیں اور چار آیتیں اس کے لئے چار اونٹنیوں سے بہتر ہیں۔

حاصل یہ کہ آیتوں کی تعداد اونٹنیوں کی تعداد سے بہتر ہے (یعنی پانچ آیتیں پانچ اونٹنیوں سے بہتر ہیں اور چھ آیتیں چھ اونٹنیوں سے بہتر ہیں اسی طرح آگے تک قیاس کیا جائے۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: رقم الحدیث، 622)

صفہ وہ سایہ دار چبوترہ تھا جو مسجد نبوی کے سامنے بنا ہوا تھا اور وہ مہاجرین صحابہ جن کے نہ گھر بار تھا اور نہ بیوی بچے اور عبادت و زہد کے انتہائی بلند مقام پر تھے وہ اسی چبوترہ پر رہا کرتے اور ہمہ وقت بارگاہ نبوت سے اکتساب فیض کرتے رہتے تھے گویا وہ اسلام کی سب سے پہلی اقامتی اور تربیتی درگاہ تھی جس کے معلم اول خود سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور طلباء کی جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم پر مشتمل تھی۔ بطحان مدینہ کے قریب ایک نالہ تھا اسی طرح عقیق بھی ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ کے مضافات میں تقریبا چار میل کے فاصلہ پر ہے ان دونوں جگہوں پر اس زمانہ میں بازار لگا کرتے تھے جس میں اونٹوں کی خرید و فروخت ہوا کرتی تھی اور یہ تو معلوم ہی ہے کہ اہل عرب کے ہاں اونٹ ایک متاع گرانمایہ کے درجہ کی چیز تھی خصوصا بڑے کوہان کے اونٹ کی قدر و قیمت کا

219: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

کوئی ٹھکانہ ہی نہ تھا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے بلیغ اسلوب میں صحابہ سے مذکورہ سوال کر کے اس چیز کی طرف رغبت دلائی جو باقی رہنے والی ہے اور اس چیز سے نفرت دلائی جو دنیاوی اعتبار سے کتنی ہی قدر و قیمت کی کیوں نہ ہو لیکن مآل کار فانی اور ختم ہو جانے والی ہے۔ لیکن یہ بات ملحوظ رہے کہ آپ نے اونٹ کا ذکر ان کو سمجھانے کے لئے صرف بطریق تمثیل فرمایا ورنہ تو دنیا کی تمام چیزیں بھی ایک آیت کے مقابلہ پر کوئی حقیقت اور قدر و قیمت نہیں رکھتیں۔

بَابُ: فَضْلِ الْعُلَمَآءِ وَالْحَثِّ عَلٰی طَلَبِ الْعِلْمِ

یہ باب علماء اور طلب علم کی فضیلت کے بیان میں ہے

علماء اور شان تقویٰ کا بیان

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا، اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ غَفُوْرٌ .(فاطر،۲۸)

اللہ سے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں، بیشک اللہ تعالیٰ غلبہ والا ہے بخشنے والا ہے۔ المنذر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ (آیت) انما یخشی اللہ من عبادہ العلموا یعنی اللہ تعالیٰ کے بارے میں علم رکھنے والے ہی اس سے ڈرتے ہیں۔

ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ (آیت) انما یخشی اللہ من عبادہ العلموا میں العلماء سے مراد وہ لوگ ہیں جو یہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ ابن ابی حاتم وابن عدی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ علم کثرت حدیث سے نہیں ہوتا بلکہ علم اللہ تعالیٰ کے ڈر سے ہوتا ہے۔

عبد بن حمید وابن ابی حاتم نے صالح ابو خلیل رحمۃ اللہ علیہ نے (آیت) انما یخشی اللہ من عبادہ العلموا کے بارے میں روایت کیا کہ لوگوں میں جو اللہ کے بارے میں زیادہ علم رکھتا ہو وہی اس سے زیادہ ڈرنے والا ہوتا ہے۔

ابن ابی حاتم نے سفیان کے طریق سے ابو حیان تیمی رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے ایک آدمی سے روایت کیا کہ کہا جاتا ہے علماء تین قسم کے ہیں۔ ایک عالم باللہ ہے (یعنی اللہ کی ذات کو جاننے والا) اور دوسرا عالم بامر اللہ (یعنی اللہ کے امر کو جاننے والا) اور تیسرا اللہ تعالیٰ جاننے والا ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے امر کو نہیں جانتا اللہ تعالیٰ کے امر کو جاننے والا ہے مگر اللہ تعالیٰ کو نہیں جانتا جو اللہ تعالیٰ کی ذات کو جانتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے امر کو نہیں جانتا وہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے حدود فرائض کو نہیں جانتا اللہ تعالیٰ کے امر کو جاننے والا مگر اللہ تعالیٰ کو نہیں جانتا وہ وہ ہے جو حدود فرائض کو جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا۔

ابن ابی حاتم وابن عدی نے مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ علم کثرت روایت کا نام ہے بلاشبہ علم وہ نور ہے جو اللہ تعالیٰ دل میں ڈالتا ہے۔

بن دیکھے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا بیان

عبد بن حمید وابن ابی حاتم نے حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ایمان اللہ تعالیٰ کو بغیر دیکھے ڈرنے کا نام ہے اور ان چیزوں

میں رغبت کرے جن چیزوں کی اللہ تعالیٰ نے رغبت دلائی اور ان چیزوں سے دور رہے جن پر اللہ ناراض ہوتے ہیں پھر یہ آیت تلاوت کی (آیت) انما یخشی اللہ من عبادہ العلموا

عبد بن حمید نے مسروق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ انسان کے لئے اتنا علم کافی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور کسی آدمی کے جاہل ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے عمل پر فخر کا اظہار کرے۔

ابن ابی شیبہ واحمد فی الزھد وعبد بن حمید والطبرانی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اتنا علم ہی کافی ہے انسان کا اپنے عمل سے دھوکہ کھانا اتنی جہالت ہی کافی ہے۔

ابن ابی شیبہ وعبد بن حمید نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ فقیہ وہ ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے۔

ابن ابی شیبہ واحمد نے الزھد میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ داؤد علیہ السلام نے یوں دعا فرمائی (اے اللہ) تیری ذات پاک ہے آپ اپنے عرش پر متمکن ہیں تو نے اپنی حیثیت اس پر لازم کر دی۔ جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور تیری مخلوق میں سے تیری طرف سب سے زیادہ قریب وہ ہے جو ان میں سے تجھ سے زیادہ ڈرنے والا ہے اور وہ عالم نہیں جو تجھ سے نہیں ڈرتا اور اس میں کوئی دانائی نہیں جو تیرے حکم کی اطاعت نہیں کرتا۔

احمد نے الزھد میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ علم کثرت روایت کا نام نہیں لیکن علم ڈرنے کا نام ہے۔

ابن ابی شیبہ والترمذی اور حاتم نے حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا علم کی دو قسمیں ہیں ایک علم جو دل میں ہے۔ اور وہ نفع دینے والا علم ہے اور دوسرا علم زبان پر ہے اور وہ اللہ کی دلیل ہے اس کی مخلوق پر۔

ابن ابی شیبہ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انسان کے لئے اتنا علم ہی کافی ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔

ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حامل قرآن کو چاہئے کہ وہ شب بیداری سے پہچانا جائے جب لوگ سو رہے ہوں اور وہ روزہ سے پہچانا جائے جب لوگ روزہ افطار کر رہے ہوں اور اپنے غم سے پہچانا جائے جب لوگ خوش ہو رہے ہوں اور اپنے رونے کے ساتھ پہچانا جائے جب لوگ ہنس رہے ہوں اور اپنی خاموشی کے ساتھ پہچانا جائے جب وہ آپس میں باتیں کر رہے ہوں اور وہ عاجزی سے پہچانا جائے جب لوگ تکبر کر رہے ہوں اور حامل قرآن کو چاہئے کہ وہ شور مچانے والا چیخنے والا اور تیز طبیعت والا نہ ہو۔

الخطیب نے المتفق والمفترق میں وھب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں عکرمہ کے ساتھ آیا اور میں ابن عباس کی رہبری کر رہا تھا جبکہ آپ کی بینائی ختم ہو چکی تھی یہاں تک کہ آپ مسجد حرام میں داخل ہو گئے اچانک کچھ لوگ آپس میں جھگڑا کر رہے تھے۔ اپنے حلقے میں بنو شیبہ کے دروازے کے پاس ابن عباس نے فرمایا ان جھگڑا کرنے والوں کے حلقہ کی طرف مجھے لے جاؤ میں آپ لے کر چلا یہاں تک میں ان کے پاس آ گیا آپ نے ان کو سلام کیا انہوں نے ارادہ کیا کہ آپ ان کے ساتھ بیٹھو مگر آپ نے انکار کر کیا اور فرمایا مجھے اپنا نسب بتاؤ تا کہ میں تم کو پہچان لوں تو انہوں نے ان کی طرف اپنی نسبت ظاہر کی تو فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں کہ ان کو اللہ کے خوف نے خاموش کر دیا جبکہ وہ (بولنے سے) عاجز نہ تھے اور نہ گونگے

تھے (محض اللہ کے خوف سے خاموش ہو گئے) حالانکہ ان کے عمدہ کلام کرنے والے، خوب بولنے والے، شرفا اور اللہ کے ایام کے عالم تھے۔ سوائے اس کے کہ جب انہوں نے اللہ عظمت کا ذکر کیا تو اس سے ان کی عقلیں بےبس ہو گئیں اور ان کے دل ٹوٹ گئے اور ان کی زبانیں بولنے سے رہ گئیں جب وہ ان کیفیات سے سنبھلے تو انہوں نے اللہ کی طرف پاکیزہ اعمال کے ساتھ جلدی کی تمہارا ان سے کیا تعلق؟ پھر آپ ان سے واپس ہو گئے پھر اس کے بعد دو آدمی بھی بیٹھے نہ دکھائی دیے۔

الخطیب نے ایضا سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اٹھارہ کلمات مرتب کیے لوگوں کے لئے جو سب کی سب حکمت کی باتیں تھیں جس نے تیرے بارے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اس کے بارے میں تو اگر اللہ تعالیٰ کی اتنی ہی اطاعت کی تو تو نے اسے سزا نہیں دی۔ اپنے بھائی کے معاملہ میں اچھی تعبیر کر۔ یہاں تک کہ اس کی طرف سے ایسا فعل صادر ہو جو تجھ پر غالب آ جائے اور ایسی بات کو برا گمان نہ کر جو کسی مسلمان کے فتنہ سے نکلی ہے جب تک تو اس کے لئے اچھا محل پاتا ہے۔ اور جس نے اپنے آپ کو تہمت کے لئے پیش کر دیا تو اس پر ملامت نہ کر جو آدمی اس کے بارے میں برا گمان رکھتا ہے جو آدمی اپنا راز چھپائے رکھتا ہے تو بھلائی اس کے ہاتھ میں رہتی ہے سچے لوگوں کے ساتھ رہو ان کے پڑوس میں زندگی بسر کرو کیونکہ وہ لوگ خوشحالی میں زینت کا باعث ہوتے ہیں اور مصیبت میں سہارے کا باعث ہوتے ہیں اور سچ کو لازم پکڑو۔ اگرچہ وہ تجھ کو قتل کر دیں ایسے کام کی طرف توجہ نہ کرو جو بیفائدہ ہو اور سوال نہ کر ایسی چیز کے بارے میں جو (موجود) نہ ہو۔ کیونکہ جو چیز موجود ہے اس میں مشغولیت ہے نہ کر جو چیز موجود نہیں اس سے اپنی حاجت طلب نہ کرو جو اس کا پانا تیرے لئے پسند نہیں کرتا۔ اور نہ ہلکا سمجھ جھوٹی قسم کو کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو ہلاک کر دے گا اور برے لوگوں کی صحبت اختیار نہ کرتا کہ وہ ان کی فسق و فجور کو جان لے اور اپنے دشمن سے دور رہ اور اپنے دوست سے ڈر مگر جو امین ہو اور کوئی امین نہیں ہے مگر جو اللہ سے ڈرتا ہے اور قبروں کے پاس عاجزی اختیار کر اور اطاعت کے وقت انکساری اختیار کر اور معصیت کے وقت اللہ تعالیٰ سے عصمت کو طلب کر اور جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں ان سے مشورہ طلب کر کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ (آیت) انما یخشی اللہ من عبادہ العلموا

عالم کی فضیلت عابد پر ہونے کا بیان

عبد بن حمید نے مکحول رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سوال کیا گیا عالم اور عابد کے بارے میں تو آپ نے فرمایا عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے ادنی آدمی پر پھر نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ آیت (آیت) انما یخشی اللہ من عبادہ العلموا تلاوت فرمائی پھر فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کے فرشتے آسمان والے اور زمین والے اور مچھلیاں سمندر میں خیر کے سکھانے والوں پر رحمت کی دعا بھیجتے ہیں۔ (تفسیر در منثور، سورہ فاطر، بیروت)

علم دین کی فضیلت کا بیان

220- حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ خَلَفٍ اَبُوْبِشْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِيْ

220: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

الدِّيْنِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "اللہ تعالیٰ جس شخص کے بارے میں بھلائی کا ارادہ کرلے اسے دین کی سمجھ بوجھ عطا کر دیتا ہے"۔

221- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ جَنَاحٍ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ مَيْسَرَةَ بْنِ حَلْبَسٍ اَنَّهُ حَدَّثَهُ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ اَبِيْ سُفْيَانَ يُحَدِّثُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ الْخَيْرُ عَادَةٌ وَّالشَّرُّ لَجَاجَةٌ وَّمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ

◆◆ حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: بھلائی عادت ہے اور شر لجاجت ہے اور اللہ تعالیٰ جس شخص کے بارے میں بھلائی کا ارادہ کرلے اسے دین کی سمجھ بوجھ عطا کر دیتا ہے۔

شرح

اس حدیث سے علم اور عالم کی فضیلت کا اظہار ہوتا ہے کہ جس آدمی کو خداوند تعالیٰ خیر و بھلائی کے راستہ پر لگانا چاہتا ہے اسے علم کی دولت عنایت فرماتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے کہ وہ کسی آدمی کو دینی امور یعنی احکام شریعت اور راہ طریقت وحقیقت کی سمجھ عنایت فرمادے جو ہدایت وراستی اور خیر و بھلائی کی سب سے بڑی شاہراہ ہے۔ حدیث کے دوسرے جزء کا مطلب یہ ہے کہ علم کا مبداء حقیقی تو باری تعالیٰ کی ذات ہے میرا کام تو صرف یہ ہے کہ میں دینی مسائل اور شرعی احکام لوگوں تک پہنچا دوں اور حدیث بیان کر دوں۔ اب آگے اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے کہ وہ جسے جتنا چاہے ان پر عمل کرنے کی توفیق اور غور وفکر کی صلاحیت عنایت فرمائے۔

ایک فقیہ کی عابدین پر فضیلت کا بیان

222- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ جَنَاحٍ اَبُوْسَعِيْدٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقِيْهٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: ایک فقیہ شیطان کے لیے ایک ہزار عبادت گزاروں سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔

شرح

مقابلہ کا یہ مسلم اصول ہے کہ کامیابی اس آدمی کے حصہ میں آتی ہے جو اپنے مد مقابل کے داؤ پیچ سے بخوبی واقف ہو اور اس کا توڑ جانتا ہو۔ چنانچہ ہم خود دیکھتے ہیں کہ مقابلہ کے اکھاڑہ میں وہ آدمی جو اپنے ظاہری قویٰ اور جسم کے اعتبار سے کوئی اہمیت نہیں رکھتا

221: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

222: اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2681

اپنے اس مقابل کو پچھاڑ دیتا ہے جو جسم و بدن کے اعتبار سے اس سے کئی گنا زیادہ طاقتور ہوتا ہے کیونکہ وہ جب مقابلہ میں آتا ہے اس کا دماغ بنیادی طور پر مقابل کے ہر وار سے بچاؤ کی شکل اور اس کے ہر داؤ کا جواب اپنے خزانہ میں رکھتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کامیابی اسی کی ہوتی ہے۔

دنیا میں باطنی طور پر انسان کا سب سے بڑا دشمن شیطان ہے جو اپنے مکر و فریب کی طاقت سے لوگوں کو گمراہی کی وادی میں بھٹکاتا رہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ لوگ جو شیطان کے مکر و فریب سے واقف نہیں ہوتے اور اس کی طاقت و قوت کا جواب نہیں رکھتے وہ گمراہ ہو جاتے ہیں مگر ایسے لوگ جو اس کے ہر داؤ کا جواب رکھتے ہیں اور اس کی طاقت و قوت کی شہ رگ پر ان کا ہاتھ ہوتا ہے وہ نہ صرف یہ کہ خود اس کی گمراہی سے محفوظ رہتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی محفوظ رکھتے ہیں اور یہ لوگ وہی عالم ہوتے ہیں جن کے قلب و دماغ نورانیت کی مقدس روشنی سے منور اور ان کے ذہن و فکر علم و معرفت کی طاقت سے بھرپور ہوتے ہیں۔

اسی لئے اس حدیث میں فرمایا جا رہا ہے کہ شیطان کے مقابلہ میں ایک ہزار عابد جتنی طاقت رکھتے ہیں اتنی طاقت تنہا ایک عالم کے پاس ہوتی ہے کیونکہ جب شیطان لوگوں پر اپنے مکر و فریب کا جال ڈالتا ہے اور انہیں خواہشات نفسانی میں پھنسا کر گمراہی کے راستہ پر لگا دینا چاہتا ہے تو عالم اس کی چال سمجھ لیتا ہے چنانچہ وہ لوگوں پر شیطان کی گمراہی کو ظاہر کرتا ہے اور ایسی تدابیر انہیں بتا دیتا ہے جن پر عمل کرنے سے وہ شیطان کے ہر حملے سے محفوظ رہتے ہیں۔ برخلاف اس کے وہ عابد جو صرف عبادت ہی عبادت کرنا جانتا ہے اور علم و معرفت سے کوسوں دور ہوتا ہے وہ تو محض اپنی ریاضت و مجاہدہ اور عبادت میں مشغول رہتا ہے اسے یہ خبر بھی نہیں ہونے پاتی کہ شیطان کس چور دروازے سے اس کی عبادت میں خلل ڈال رہا ہے اور اس کی تمام سعی و کوشش کو ملیا میٹ کر رہا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ظاہری طور پر وہ عبادت میں مشغول رہتا ہے مگر لاعلم ہونے کی وجہ سے وہ شیطان کے مکر و فریب میں پھنسا ہوا ہوتا ہے اس لئے نہ وہ خود شیطان کی گمراہی سے محفوظ رہتا ہے اور نہ وہ دوسروں کو محفوظ رکھ سکتا ہے۔

حضرت ابی امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا جس میں سے ایک عابد تھا اور دوسرا عالم (یعنی آپ سے پوچھا گیا کہ ان دونوں میں افضل کون ہے؟) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عالم کی عابد پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسی کہ میری فضیلت اس آدمی پر جو تم میں سے ادنیٰ درجہ کا ہو۔ پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کے فرشتے اور آسمانوں و زمین کی تمام مخلوقات یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں اس آدمی کے لئے دعائے خیر کرتی ہیں جو لوگوں کو بھلائی (یعنی علم دین) سکھاتا ہے جامع ترمذی اور دارمی نے اس روایت کو مکحول سے مرسل طریقہ پر نقل کیا ہے جس میں فقط رجلان کا ذکر نہیں ہے اور کہا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ عابد پر عالم کی ایسی ہی فضیلت ہے جیسی مجھے تم میں سے ادنیٰ آدمی پر ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی آیت (اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ فاطر: 28) ترجمہ "اللہ سے اس کے بندوں میں علماء ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔" اور پھر پوری حدیث آخر تک اسی طرح بیان کی ہے۔ (مشکوۃ شریف جلد اول حدیث 208)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عالم کو بہت زیادہ عظمت و فضیلت حاصل ہوتی ہے اور اسے عابد پر فوقیت اور برتری حاصل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عابد اور عالم دونوں میں یہ فرق ظاہر کیا ہے کہ جس طرح میں تم میں سے اس آدمی پر فضیلت رکھتا ہوں جو تم میں سے سب سے ادنیٰ درجہ کا ہو اسی طرح ایک عالم بھی عابد پر فضیلت رکھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ادنیٰ آدمی پر جو فضیلت حاصل ہے اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا اسی طرح اب اس کا اندازہ بھی کیا جا سکتا ہے کہ ایک عالم کو عابد پر فضیلت کس مرتبہ اور درجہ کی ہوگی۔ آخر حدیث میں کہا گیا ہے کہ اسی حدیث کو دارمی نے مکحول سے طریق مرسل نقل کیا ہے اور اس میں اس حدیث کے ابتدائی الفاظ رجلان کا ذکر نہیں کیا گیا ہے یعنی ان کی روایت میں یہ الفاظ نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا جس میں سے ایک عابد تھا اور دوسرا عالم بلکہ ان کی روایت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوتی ہے۔

زمین وآسمان کی ہر چیز کا علماء کیلئے دعا کرنے کا بیان

223- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ رَجَاءِ بْنِ حَيْوَةَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ جَمِيلٍ عَنْ كَثِيرِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ اَبِي الدَّرْدَاءِ فِي مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَاَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا اَبَا الدَّرْدَاءِ اَتَيْتُكَ مِنَ الْمَدِينَةِ مَدِينَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَدِيثٍ بَلَغَنِي اَنَّكَ تُحَدِّثُ بِهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَمَا جَاءَ بِكَ تِجَارَةٌ قَالَ لَا قَالَ وَلَا جَاءَ بِكَ غَيْرُهُ قَالَ لَا قَالَ فَاِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ طَرِيقًا اِلَى الْجَنَّةِ وَاِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَهَا رِضًا لِطَالِبِ الْعِلْمِ يَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ حَتَّى الْحِيتَانِ فِي الْمَاءِ وَاِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ اِنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَارًا وَّلَا دِرْهَمًا اِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَهُ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ

◆◆ کثیر بن قیس بیان کرتے ہیں: میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے پاس دمشق کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا ایک شخص ان کے پاس آیا اور بولا اے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ میں مدینہ منورہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں مجھے یہ پتہ چلا ہے کہ آپ وہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: کیا تم یہاں کوئی تجارت کرنے کے لیے آئے ہو؟ اس نے جواب دیا: جی نہیں۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: تم اس کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے آئے ہو؟ اس نے جواب دیا: جی نہیں تو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے بتایا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے جو شخص علم کے حصول کے لیے کسی راستے پر چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کے راستے کو آسان کر دیتا ہے اور فرشتے طالب علم سے راضی ہو کر اپنے پر اس کے لیے بچھا دیتے ہیں:۔

223: اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 2682' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 3641

آسمان اور زمین میں موجود ہر چیز یہاں تک کہ پانی میں موجود مچھلیاں بھی اس کے لیے دعائے مغفرت کرتی ہیں اور عالم شخص کو عبادت گزار شخص پر وہی فضیلت حاصل ہے جو چاند کو تمام ستاروں پر حاصل ہے بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں بے شک انبیاء وراثت میں درہم یا دینار نہیں چھوڑتے ہیں: وہ لوگ علم چھوڑتے ہیں: تو جو شخص اسے حاصل کر لیتا ہے وہ بڑے حصے کو حاصل کر لیتا ہے۔

شرح

صحابی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آنے والے کی علمی طلب اور حصول دین کے حقیقی جذبہ کا اظہار ہوتا ہے کہ اس نے آتے ہی سب سے پہلے یہی کیا تھا کہ آپ کے پاس آنے سے میری غرض کوئی دنیوی منفعت یا محض ملاقات نہیں ہے بلکہ میں تو علم دین کے حصول کا حقیقی اور پر خلوص جذبہ لے کر آیا ہوں اور میری خواہش ہے کہ آپ کی زبان سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس حدیث سن کر اپنے قلب و دماغ کو علوم نبوی کی ایک روشنی سے منور کروں۔ ہو سکتا ہے کہ طالب مذکور نے جس حدیث کے سننے کی طلب کی تھی وہ حدیث انہوں نے اجمالی طور پر سنی ہو اب ان کی خواہش یہ تھی کہ اس کو تفصیلی طور پر سن لیں یا یہ کہ وہ حدیث انہوں نے تفصیل کے ساتھ ہی (کسی دوسرے سے) سن رکھی ہو مگر اس جذبہ کے ساتھ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ حدیث کو بلا واسطہ صحابی سے سنیں۔

حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ جب طالب علم، علم کی خاطر اپنے گھر سے نکلتا ہے اور راہ مسافرت اختیار کرتا ہے تو فرشتے اس کی رضامندی کے لئے اپنے پر بچھاتے ہیں۔ اس کی تشریح میں کہا جاتا ہے کہ یا تو واقعی طالب علم کے شرف و عزت کی خاطر فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں یا پھر طالب علم کی عظمت اور اس کی طرف رحمت الٰہی کے نزول کے لئے یہ کنایہ ہے۔ نیز فرمایا گیا ہے کہ آسمانوں اور زمین میں اللہ کی جتنی بھی مخلوق ہے سب کی سب عالم کی مغفرت کے لئے دعا کرتی ہے۔ اس کے بعد پھر صراحت کی گئی کہ پانی کے اندر رہنے والی مچھلیاں بھی اس کے لئے استغفار کرتی ہیں ظاہر ہے کہ زمین کی مخلوق میں مچھلیاں بھی شامل ہیں ان کا بظاہر الگ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی مگر اس میں نکتہ یہ ہے کہ اس سے دراصل عالم کی انتہائی فضیلت و عظمت کا اظہار مقصود ہے اور اس طرف اشارہ ہے کہ پانی کا برسنا جو رحمت الٰہی کی نشانی اور نعمت الٰہی کی علامت ہے اور دنیا کی اکثر آسانیاں و راحتیں جو اسی سے حاصل ہوتی ہیں اور تمام خیر و بھلائی جو اس کے علاوہ ہیں سب کی سب عالم ہی کی برکت سے ہیں یہاں تک کہ مچھلیوں کا پانی کے اندر زندہ رہنا جو خود قدرت الٰہی کی ایک نشانی ہے، علماء ہی کی برکت کی بنا پر ہے۔

اس حدیث میں عالم اور عابد کے فرق کو بھی ظاہر کرتے ہوئے عابد پر عالم کو فوقیت اور برتری دی گئی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عالم کا فائدہ متعدی ہے یعنی اس کا فیضان صرف اس کی اپنی ذات تک محدود نہیں ہے اسی لئے عالم اور عابد کو چاند ستاروں سے مشابہت دی گئی ہے کہ جس طرح چودہویں کا چاند جب اپنی پوری تابانی اور جلوہ ریزی کے ساتھ آسمان پر نمودار ہوتا ہے تو دنیا کی تمام مخلوق اس سے مستفیض ہوتی ہے اور اس کی روشنی تمام جگہ پہنچتی ہے جس سے دنیا فائدہ اٹھاتی ہے مگر ستارہ خود اپنی جگہ تو روشن و منور ہوتا ہے مگر اس کا فیضان اتنا عام نہیں ہوتا کہ اس کی روشنی تمام جگہ پھیل سکے اور سب کو فائدہ پہنچا سکے۔ اگر کوئی یہ اشکال کر بیٹھے کہ عالم

اور عابد میں کوئی فرق نہیں ہوتا کیونکہ اگر کوئی عالم محض علم پر بھروسہ کر بیٹھے اور علم پر نہ عمل کرے تو ظاہر ہے کہ اس کی کوئی فضیلت نہیں ہے۔ اسی طرح عابد بغیر علم کے عابد نہیں ہوسکتا کیونکہ عبادت کی حقیقی اور اصل روح علم ہی میں پوشیدہ ہے اس لئے عبادت بغیر علم کے صحیح طور پر ادا نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ جو عالم بالکل باعمل ہوگا وہی عابد بھی ہوگا اور جو عابد ہوگا وہی عالم باعمل بھی ہوگا۔ اس لئے دونوں میں فرق کیا ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عالم سے مراد وہ آدمی ہے جو تحصیل علم کے بعد عبادات ضروریہ مثلاً فرائض واجبات اور سنن ومستحبات پر اکتفا کر کے اپنے اوقات کا بقیہ حصہ درس وتدریس میں مشغول رکھتا ہے یعنی اس کا کام درس وتدریس، دعوت و تبلیغ اور دین کی ترویج واشاعت ہوتا ہے۔

اور عابد سے مراد وہ آدمی ہے جو تحصیل علم کے بعد اپنی زندگی کا تمام حصہ صرف عبادت ہی عبادت میں صرف کرتا ہے، نہ اسے علم کی اشاعت سے دلچسپی ہوتی ہے اور نہ تعلیم وتعلم اس کا مقصد ہوتا ہے بلکہ وہ ہمہ وقت عبادت ہی میں مشغول رہتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اگر علم کی اشاعت اور تعلیم وتعلم کی فضیلت کا گہرا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ عمل افادیت کے اعتبار سے سب سے بلند مقام رکھتا ہے اور جو ہر حال میں عبادت پر افضل ہے جیسا کہ اکثر احادیث سے بھی ثابت ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ عالم اور عابد میں اس اعتبار سے فرق ہے اور عابد پر عالم کو فوقیت حاصل ہے۔

شرح السنة میں حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول منقول ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ میں آج طالب علم سے افضل کوئی دوسری چیز نہیں جانتا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ کیا لوگوں کے خلوص نیت میں فضیلت نہیں ہے۔ انہوں نے فرمایا طلب علم خود نیت کا سبب ہے یعنی نیت اس سے اپنے آپ ہی سنور جاتی ہے۔ چنانچہ بعض علماء کا قول نقل کیا جاتا ہے کہ انہوں نے کہا ہم نے علم غیر اللہ کے لئے حاصل کیا مگر بعد میں وہ اللہ ہی کے لئے ہوگیا، یعنی ہماری نیت پہلے مخلص اور صاف نہیں تھی مگر جب طلب علم کا حقیقی جذبہ پیدا ہوا اور علم کی روشنی نے قلب کو منور کیا تو نیت مخلص اور صحیح ہوگئی۔ علم کی فضیلت کا اس سے بھی اندازہ ہوسکتا ہے کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں علم کا طلب کرنا نماز نفل سے افضل ہے کیونکہ وہ علم جسے طلب کیا جارہا ہے یا تو وہ فرض عین ہوگا یا فرض ہوگا یا فرض کفایہ ہوگا اور ظاہر ہے یہ دونوں نفل سے بہرحال افضل ہیں۔

علم دین حاصل کرنے کی فرضیت کا بیان

224- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ شِنْظِيرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّوَاضِعُ الْعِلْمِ عِنْدَ غَيْرِ اَهْلِهِ كَمُقَلِّدِ الْخَنَازِيرِ الْجَوَاهِرَ وَاللُّؤْلُؤَ وَالذَّهَبَ،

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے' اور نااہل کے سامنے علم پیش کرنے والا شخص اس طرح ہے جیسے کوئی خنزیر کے گلے میں جواہرات' موتیوں اور سونے' کا ہار پہنا دے''۔

224: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

شرح

اس حدیث سے علم کی اہمیت وعظمت اور اس کی ضرورت واضح ہوتی ہے کہ ہر مسلمان مرد وعورت کے لئے علم کا حاصل کرنا ضروری ہے، اس لئے کہ انسان جس مقصد کے لئے خلیفۃ اللہ بنا کر اس دنیا میں بھیجا گیا ہے وہ بغیر علم کے پورا نہیں ہوسکتا۔ انسان بغیر علم کے نہ اللہ کی ذات کو پہچانتا ہے اور نہ اسے اپنی حقیقت کا عرفان حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی بتایا گیا ہے کہ یہاں علم سے مراد "علم دین" ہے۔ جس کی ضرورت زندگی کے ہر دور اور ہر شعبہ میں پڑتی ہے، مثلاً جب آدمی مسلمان ہوتا ہے یا احساس وشعور کی منزل کو پہنچتا ہے تو اسے اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ اپنے پیدا کرنے والے کی ذات اور اس کی صفات کی معرفت حاصل کرے اور عرفان الٰہی کی مقدس روشنی سے قلب ودماغ کی ہر ظلمت وکجروی کو ختم کرے۔ اسی طرح رسول کی نبوت ورسالت کا جاننا یا ایسی چیزوں کا علم حاصل کرنا جن پر ایمان واسلام کی بنیاد ہے اس کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ پھر جب عملی زندگی سے اسے واسطہ پڑتا ہے تو اسے ضرورت ہوتی ہے کہ اعمال کے احکام کا علم ہو۔ یعنی جب نماز کا وقت آئے گا تو اس پر نماز کے احکام ومسائل سیکھنا واجب ہوگا۔ جب رمضان آئے گا تو روزے کے احکام معلوم کرنا اس کے لئے ضروری ہوگا۔ اگر اللہ نے اسے مالی وسعت دی ہے اور صاحب نصاب ہے تو زکوۃ کے مسائل جاننا ضروری ہوگا۔

جب شادی کی تو بیوی کو گھر میں لایا تو حیض ونفاس کے مسائل طلاق وغیرہ اور ایسی چیزیں جن کا تعلق میاں بیوی کی باہمی زندگی اور ان کے تعلقات سے ہے ان کا علم حاصل کرنا واجب ہوگا۔ اسی طرح تجارت وزراعت اور خرید وفروخت کے احکام ومسائل سیکھنا بھی واجب ہوگا گویا زندگی کا کوئی شعبہ ہو خواہ اعتقادات ہوں یا عبادات، معاملات ہوں یا تعلقات، تمام چیزوں کی بصیرت حاصل کرنا اور ان کو جاننا سیکھنا اس پر فرض ہوگا، اگر وہ ایسا نہ کرے گا تو اس کی وجہ سے وہ ہر جگہ حدود شریعت سے تجاوز کرتا رہے گا اور دینی احکام ومسائل سے ناواقفیت کی بنا پر اس کا ہر فعل وعمل خلاف شریعت ہوگا جس کی وجہ سے وہ سخت گناہ گار ہوگا۔

بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ یہاں علم سے مراد علم اخلاص اور آفات نفس کی معرفت ہے۔ یعنی ہر مسلمان مرد وعورت کے لئے ضروری ہے کہ وہ نفس کی تمام برائیوں مثلاً حسد، بغض، کینہ اور کدورت کو پہچانیں اور ان چیزوں کا علم حاصل کریں جو اعمال خیر کو فاسد کرتی ہیں۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علم کی مقدس روشنی تو انہیں کے نصیب میں ہوتی ہے جو اس کے اہل ہوتے ہیں اور جن کی صلاحیت طبع کا میلان اس طرف ہوتا ہے نیز جس کی جتنی استعداد وصلاحیت ہوتی ہے اسے علم سے اتنا ہی حصہ ملتا ہے۔ لہٰذا علم سکھانے میں اس بات کا خیال بطور خاص رکھنا چاہئے کہ جس کی جتنی استعداد ہو اور وہ جس معیار کی صلاحیت رکھتا ہو اسی اعتبار سے اسے علم سکھایا جائے۔ یہ نہ ہونا چاہئے کہ کسی آدمی کی استعداد وصلاحیت تو انتہائی کم درجہ کی ہے مگر علم اسے انتہائی اعلیٰ وارفع سکھایا جارہا ہو اسی طرح ہر علم کے سکھانے کا موقع ومحل ہوتا ہے۔ جو علم جس موقع پر ضروری ہو اور جس علم کا جو محل ہو اس کے مطابق سکھایا جائے۔ مثلاً اگر کوئی آدمی عوام اور جہلاء کے سامنے یکبارگی تصوف کے اسرار ومعانی اور اس کی باریکیاں بیان کرنے لگے تو انہیں اس سے فائدہ ہونا تو الگ رہا اور زیادہ گمراہ ہوجائیں گے۔

مسلمان کی پردہ پوشی کرنے کی اہمیت کا بیان

225- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ وَعَلِىُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَنْ يَسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ فِىْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِىْ عَوْنِ اَخِيْهِ وَمَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ بِهٖ طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِىْ بَيْتٍ مِّنْ بُيُوْتِ اللّٰهِ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَيَتَدَارَسُوْنَهٗ بَيْنَهُمْ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلٰئِكَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ وَمَنْ اَبْطَاَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص کسی مسلمان سے کسی دنیاوی تکلیف کو دور کرے گا اللہ تعالیٰ اس شخص سے قیامت کے دن کی کسی تکلیف کو دور کر دے گا۔ جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ جو شخص کسی تنگدست کو آسانی فراہم کرے گا اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اسے آسانی فراہم کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی مدد کرتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے اور جو شخص کسی راستے پر علم کے حصول کے لیے چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس وجہ سے اس شخص کے لیے جنت کے راستے کو آسان کر دیتا ہے۔

اور جب بھی کچھ لوگ اللہ کے کسی گھر میں اکٹھے ہو کر اس کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں: آپس میں ایک دوسرے کو اس کا درس دیتے ہیں: تو فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں: اور ان پر سکینت نازل ہوتی ہے۔

رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے پاس موجود لوگوں کے سامنے ان کا تذکرہ کرتا ہے اور جس شخص کا عمل اسے پیچھے کر دے اس کا نسب اسے آگے نہیں کر سکتا۔

دینی طالب علم کیلئے فرشتوں کا پر بچھانے کا بیان

226- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَنْبَاَنَا مَعْمَرٌ عَنْ عَاصِمِ بْنِ اَبِى النَّجُوْدِ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ قَالَ اَتَيْتُ صَفْوَانَ بْنَ عَسَّالٍ الْمُرَادِىَّ فَقَالَ مَا جَآءَ بِكَ قُلْتُ اُنْبِطُ الْعِلْمَ قَالَ فَاِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ خَارِجٍ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهٖ فِىْ طَلَبِ الْعِلْمِ اِلَّا وَضَعَتْ لَهُ الْمَلٰئِكَةُ اَجْنِحَتَهَا رِضًا بِمَا يَصْنَعُ

زر بن حبیش بیان کرتے ہیں: میں حضرت صفوان بن عسال مرادی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے

225: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6793' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 4946

226: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

دریافت کیا: تم کیوں آئے ہو؟ میں نے عرض کی: میں علم کے حصول کے لیے آیا ہوں' تو حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے بتایا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ''جو بھی شخص علم کے حصول کے لیے اپنے گھر سے نکلتا ہے تو فرشتے اپنے پَر اس کے لیے بچھادیتے ہیں' اس کے اس طرزِ عمل سے راضی ہوتے ہوئے (وہ ایسا کرتے ہیں)''۔

طالب علم کیلئے مجاہد کی طرح ثواب ہونے کا بیان

227- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ صَخْرٍ عَنِ الْمَقْبُرِىِّ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ جَآءَ مَسْجِدِىْ هٰذَا لَمْ يَاْتِهِ اِلَّا لِخَيْرٍ يَتَعَلَّمُهُ اَوْ يُعَلِّمُهُ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْمُجَاهِدِ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَنْ جَآءَ لِغَيْرِ ذٰلِكَ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الرَّجُلِ يَنْظُرُ اِلٰى مَتَاعِ غَيْرِهٖ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ''جو شخص میری اس مسجد میں آتا ہے اور وہ صرف بھلائی کا علم حاصل کرنے کے لیے یا اس کی تعلیم دینے کے لیے یہاں آتا ہے' تو وہ اللہ کی راہ میں ''جہاد'' کرنے والے کی مانند ہے' اور جو شخص اس کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے یہاں آتا ہے' تو اس کی مثال اس طرح ہے جیسے کوئی شخص کسی دوسرے کے سامان پر نظر رکھ کر بیٹھا ہو''۔

عالم اور متعلم کا ثواب میں شریک ہونے کا بیان

228- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِىْ عَاتِكَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِهٰذَا الْعِلْمِ قَبْلَ اَنْ يُّقْبَضَ وَقَبْضُهُ اَنْ يُّرْفَعَ وَجَمَعَ بَيْنَ اِصْبَعَيْهِ الْوُسْطٰى وَالَّتِىْ تَلِى الْاِبْهَامَ هٰكَذَا ثُمَّ قَالَ الْعَالِمُ وَالْمُتَعَلِّمُ شَرِيْكَانِ فِى الْاَجْرِ وَلَا خَيْرَ فِىْ سَائِرِ النَّاسِ

◆◆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''علم کے قبض ہوجانے سے پہلے تم پر علم حاصل کرنا لازم ہے' اور اس کے قبض ہوجانے سے مراد یہ ہے کہ اسے اٹھالیا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو انگلیوں یعنی درمیانی انگلی اور انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی کو اس طرح ملایا اور ارشاد فرمایا: عالم اور متعلم اجر میں شریک ہوتے ہیں' ان کے علاوہ باقی سب لوگوں میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔

علم کی مجلس کے بہتر ہونے کا بیان

229- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ الصَّوَّافُ حَدَّثَنَا دَاوٗدُ بْنُ الزِّبْرِقَانِ عَنْ بَكْرِ بْنِ خُنَيْسٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

227: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

228: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

229: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

بْنِ زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ مِّنْ بَعْضِ حُجَرِهِ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَإِذَا هُوَ بِحَلْقَتَيْنِ إِحْدَاهُمَا يَقْرَءُ وْنَ الْقُرْاٰنَ وَيَدْعُوْنَ اللّٰهَ وَالْاُخْرٰى يَتَعَلَّمُوْنَ وَيُعَلِّمُوْنَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلٌّ عَلٰى خَيْرٍ هٰؤُلَاءِ يَقْرَءُ وْنَ الْقُرْاٰنَ وَيَدْعُوْنَ اللّٰهَ فَإِنْ شَاءَ اَعْطَاهُمْ وَإِنْ شَاءَ مَنَعَهُمْ وَهٰؤُلَاءِ يَتَعَلَّمُوْنَ وَإِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا فَجَلَسَ مَعَهُمْ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کسی حجرہ مبارک سے باہر تشریف لائے اور مسجد میں داخل ہوئے وہاں دو حلقے موجود تھے ان میں سے ایک حلقے کے افراد قرآن کی تلاوت کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ رہے تھے جبکہ دوسرے حلقے کے لوگ علم حاصل کر رہے تھے اور تعلیم دے رہے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان میں سے ہر ایک بھلائی پر گامزن ہے یہ لوگ قرآن کی تلاوت کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ رہے ہیں اگر اللہ تعالیٰ انہیں چاہے تو وہ چیز انہیں عطا کر دے اور اگر چاہے تو عطا نہ کرے اور یہ لوگ علم حاصل کر رہے ہیں اور تعلیم دے رہے ہیں تو مجھے بھی تعلیم دینے والا بنا کر مبعوث کیا گیا ہے۔ (راوی کہتے ہیں) پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ تشریف فرما ہو گئے۔

شرح

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ صحابہ کی دو جماعتیں الگ الگ بیٹھی ہوئی ہیں ایک جماعت تو ذکر و دعا میں مشغول تھی اور دوسری جماعت مذاکرہ علم میں مشغول تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں میں سے اس جماعت کو بہتر قرار دیا جو مذاکرہ علم میں مشغول تھی اور پھر نہ صرف یہ کہ زبان ہی سے ان کی فضیلت کا اظہار فرمایا بلکہ خود بھی اس جماعت میں بیٹھ کر علماء کی مجلس کو مزید عزت و شرف کی دولت بخشی۔ علم اور عالموں کی اس سے زیادہ اور کیا فضیلت ہو سکتی ہے کہ سردار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے عابدوں کی مجلس کو چھوڑ کر عالموں ہی کی ہم نشینی اختیار فرمائی ہے اور اپنے آپ کو ان ہی میں سے شمار کیا۔

بَابُ: مَنْ بَلَّغَ عِلْمًا

یہ باب علم پہنچانے والے کے بیان میں ہے

احادیث کا علم دوسروں تک پہنچانے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "میری طرف سے پہنچاؤ اگر چہ ایک ہی آیت ہو۔ اور بنی اسرائیل سے جو قصے سنو لوگوں کے سامنے بیان کرو یہ گناہ نہیں ہے اور جو آدمی قصداً میری طرف جھوٹ بات منسوب کرے اسے چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں ڈھونڈ لے۔

(صحیح البخاری، مشکوۃ شریف: جلد اول: رقم الحدیث 193)

آیت سے مراد وہ احادیث ہے جو بظاہر چھوٹی چھوٹی ہیں لیکن افادیت کے اعتبار سے علوم و معارف کر بحر بیکراں اپنے اندر سموئے ہوئے ہوتی ہیں جیسے ایک چھوٹی سی حدیث ہے کہ الحدیث (من صمت نجا) یعنی جو خاموش رہا وہ نجات پا گیا۔ یا اسی طرح دوسری مختصر مگر جامع احادیث۔ گویا اس جملہ کا مطلب یہ ہوا کہ اگرچہ تم میری کسی ایسی حدیث کو پاؤ جو باعتبار جملہ و الفاظ کے بہت چھوٹی اور مختصر ہو مگر اس کو دوسروں تک ضرور پہنچاؤ اور اس کی افادیت سے دوسروں کو روشناس کراؤ۔

علماء لکھتے ہیں کہ اس حدیث کا اصل مقصد علم کو پھیلانے اور دوسروں کو علم کی روشنی سے منور کرنے کی ترغیب دلانا ہے کہ جہاں تک ہو سکے علم کے پھیلانے اور دین کی بات کو پہنچانے میں سعی و کوشش کرنی چاہئے۔ ہو سکتا ہے کہ تم جس کو دوسروں تک پہنچا رہے ہو اگرچہ وہ بہت مختصر ہے مگر کیا تعجب کہ اسی سے اس کی دنیا بھی سنور جائے اور دین بھی بن جائے اور وہ راہ ہدایت کو پالے جس کے نتیجے میں نہ صرف یہ کہ ایک آدمی کی ہدایت ہوگی اور وہ راہ راست پر لگ جائے گا بلکہ اس کی وجہ سے تمہیں بھی اجر ملے گا اور بے شمار حسنات سے نوازے جاؤ گے۔ حدیث میں دوسری بات یہ بتائی گئی ہے کہ اگر بنی اسرائیل سے کوئی قصہ سنو یا تمہیں ان سے کوئی واقعہ معلوم ہو تو تم اس کو لوگوں سے بیان کر سکتے ہو مگر ان کے احکام وغیرہ کو نقل کرنے کی اجازت نہیں ہے جیسا کہ گذشتہ احادیث میں گزر چکا ہے۔ اس لئے کہ کسی واقعہ یا قصہ کو محض خبر کے طور پر بیان کر دینا شرعی امور میں کوئی نقصان پیدا نہیں کرتا مگر ان کے احکام کو نقل کرنا یا ان کی تبلیغ کرنا شریعت محمدی کے بنیادی اصولوں کے خلاف ہے کیونکہ جب اس دنیا میں شریعت محمدی کا نفاذ ہو گیا ہے تو اب تمام دوسری شریعتیں منسوخ اور کالعدم قرار دے دی گئی ہیں۔ لہٰذا شریعت محمدی کو چھوڑ کو دوسری شریعت کے احکام و اعمال کی تبلیغ کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

اخر حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی غلط بات کو منسوب کرنے پر نہایت سخت الفاظ میں زجر و توبیخ فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ جو آدمی میری طرف کسی غلط بات کا انتساب کرتا ہے اور مجھ پر بہتان باندھتا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ جہنم کی آگ میں جلنے کے لئے تیار ہو جائے۔ اس لئے کہ ایسا بد بخت جو دنیا کی سب سے بڑے صادق و مصدوق ہستی پر بہتان باندھتا ہے وہ اسی سزا کا مستحق ہے کہ اسے جہنم کے شعلوں کے حوالے کر دیا جائے۔ اس بارہ میں جہاں تک مسئلہ کا تعلق ہے علماء متفقہ طور پر یہ لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کی طرف کسی ایسی بات یا ایسے عمل کی نسبت کرنا جو واقعہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے حرام اور گناہ کبیرہ ہے اور ایسا کاذب انسان اللہ کے سخت عذاب میں گرفتار کیا جائے گا۔

اور بعض علماء مثلاً امام محمد جوینی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اس جرم کو اتنا قابل نفرت اور سخت خیال کیا ہے کہ وہ ایسے آدمی کے بارے میں کفر کا حکم لگاتے ہیں۔ حدیث " من كذب علي متعمدا فليتبوا مقعده من النار " یعنی جو آدمی قصداً میری طرف جھوٹ بات کی نسبت کرے اسے چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں تلاش کرے۔" کہ بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ بڑے پایہ اور اونچے درجہ کی حدیث ہے اور اس کا شمار متواترات میں ہوتا ہے بلکہ دوسری متواتر حدیثیں اس کے مرتبہ کو نہیں پہنچتی ہیں۔ اس لئے کہ اس حدیث کو صحابہ کی ایک بہت بڑی جماعت نقل کرتی ہے چنانچہ بعض محدثین نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو باسٹھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے روایت کیا ہے جن میں عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں۔

علم حدیث اور فقہ رکھنے والے کی فضیلت کا بیان

230- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَّعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا لَيْثُ بْنُ اَبِيْ سُلَيْمٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبَّادٍ اَبِيْ هُبَيْرَةَ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَاً سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَبَلَّغَهَا فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ غَيْرِ فَقِيْهٍ وَّرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ اِلٰى مَنْ هُوَ اَفْقَهُ مِنْهُ زَادَ فِيْهِ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ ثَلٰثٌ لَّا يُغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ اِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلّٰهِ وَالنُّصْحُ لِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَلُزُوْمُ جَمَاعَتِهِمْ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش رکھے' جو ہماری کوئی بات سن کر اس کی تبلیغ کر دے' تو فقہ کا علم حاصل کرنے والے کچھ لوگ فقیہہ نہیں بھی ہوتے ہیں' اور بعض اوقات فقہ کا علم رکھنے والا کوئی شخص اس تک وہ چیز منتقل کرتا ہے' جو اس سے بڑا فقیہہ ہوتا ہے''۔ علی بن محمد نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ مزید نقل کیے ہیں: تین چیزیں ایسی ہیں جس کے بارے میں مسلمان کا دل خیانت کا مرتکب نہیں ہوتا' عمل کا خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہونا' مسلمان حکمرانوں کے لیے خیر خواہی اور مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ رہنا۔

شرح

اس حدیث سے علم دین اور اس کی تبلیغ کی فضیلت معلوم ہوئی، قرآن وحدیث کی تعلیم وتبلیغ کی ترغیب کے ساتھ ساتھ اس میں بشارت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ کے بعد بھی بہت سارے لوگ دین میں تفقہ وبصیرت حاصل کریں گے، اور مشکل مسائل کا حل قرآن وحدیث سے تلاش کیا کریں گے، اور یہ محدثین کا گروہ ہے، ان کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے خیر فرمائی، اور یہ معاملہ قیامت تک جاری رہے گا۔

231- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ السَّلَامِ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْخَيْفِ مِنْ مِّنًى فَقَالَ نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَاً سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَبَلَّغَهَا فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ غَيْرُ فَقِيْهٍ وَّرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ اِلٰى مَنْ هُوَ اَفْقَهُ مِنْهُ

محمد بن جبیر رضی اللہ عنہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں ''خیف'' کے مقام پر کھڑے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش رکھے جو ہماری بات سن کر اس کی تبلیغ کر دیتا ہے' بعض اوقات فقہ (دینی احکام) کو حاصل کرنے والا شخص خود فقیہہ نہیں ہوتا اور بعض اوقات فقہ کا علم حاصل کرنے والا اس شخص تک چیز منتقل کر دیتا ہے' جو اس سے بڑا فقیہہ ہوتا ہے''۔

230: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

231م-حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا خَالِي يَعْلَى ح و حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحٰقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

232- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيثًا فَبَلَّغَهُ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَحْفَظُ مِنْ سَامِعٍ

عبدالرحمٰن بن عبداللہ اپنے والد کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش رکھے جو ہم سے کوئی بات سن کر اس کی تبلیغ کر دے' کیونکہ جس شخص تک وہ چیز منتقل کی گئی ہوتی ہے وہ براہ راست سننے والے کے مقابلے میں بعض اوقات زیادہ اچھے طریقے سے اسے یاد رکھتا ہے۔

233- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدِ نِ الْقَطَّانُ أَمْلَاهُ عَلَيْنَا حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ وَعَنْ رَجُلٍ آخَرَ هُوَ أَفْضَلُ فِي نَفْسِي مِنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ خَطَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَإِنَّهُ رُبَّ مُبَلَّغٍ يَبْلُغُهُ أَوْعَى لَهُ مِنْ سَامِعٍ

محمد بن سیرین نے عبدالرحمٰن نے ابوبکرہ کے حوالے سے ان کے والد سے اور ایک اور شخص کے حوالے سے جو میرے نزدیک عبدالرحمٰن سے زیادہ فضیلت رکھتے ہیں' کے حوالے سے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ قربانی کے دن نبی کریم ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''موجود لوگ غیر موجود افراد تک تبلیغ کر دیں' کیونکہ بعض اوقات جس اگلے شخص تک وہ چیز پہنچائی گئی ہوتی ہے وہ براہ راست سننے والے کے مقابلے میں اس کو زیادہ بہتر طور پر یاد رکھتا ہے''۔

234- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ح و حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَنْبَأَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ مُعَاوِيَةَ الْقُشَيْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ

حضرت معاویہ قشیری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ''خبردار: موجود شخص غیر موجود افراد تک تبلیغ کر دے''۔

232: اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 2657' ورقم الحدیث: 2658

233: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

234: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

235- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ اَنْبَاَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ الدَّرَاوَرْدِيُّ حَدَّثَنِي قُدَامَةُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحُصَيْنِ التَّمِيْمِيِّ عَنْ اَبِيْ عَلْقَمَةَ مَوْلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ يَسَارٍ مَوْلٰى ابْنِ عُمَرَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِيُبَلِّغْ شَاهِدُكُمْ غَائِبَكُمْ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: تم میں سے موجود لوگ غیر موجود لوگوں تک تبلیغ کر دیں۔

236- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرٰهِيْمَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا مُبَشِّرُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الْحَلَبِيُّ عَنْ مُعَانِ بْنِ رِفَاعَةَ عَنْ عَبْدِ الْوَهَّابِ بْنِ بُخْتٍ الْمَكِّيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَوَعَاهَا ثُمَّ بَلَّغَهَا عَنِّيْ فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ غَيْرِ فَقِيْهٍ وَّرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ اِلٰى مَنْ هُوَ اَفْقَهُ مِنْهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش رکھے جو ہماری بات سن کر اسے محفوظ کر لے پھر اسے ہمارے حوالے سے آگے بیان کر دے' کیونکہ بعض اوقات براہ راست سیکھنے والا درحقیقت سیکھنے والا نہیں ہوتا اور بعض اوقات سیکھنے والا شخص اس شخص تک منتقل کر دیتا ہے' جو اس سے زیادہ سمجھ بوجھ رکھتا ہے"۔

بَابُ: مَنْ كَانَ مِفْتَاحًا لِّلْخَيْرِ

یہ باب خیر کیلئے چابی ہونے والے کے بیان میں ہے

دوسروں کیلئے بھلائی یا برائی کا سبب بننے والوں کا بیان

237- حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ الْمَرْوَزِيُّ اَنْبَاَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنَ النَّاسِ مَفَاتِيْحُ لِلْخَيْرِ مَغَالِيْقُ لِلشَّرِّ وَاِنَّ مِنَ النَّاسِ مَفَاتِيْحُ لِلشَّرِّ مَغَالِيْقُ لِلْخَيْرِ فَطُوْبٰى لِمَنْ جَعَلَ اللّٰهُ مَفَاتِيْحَ الْخَيْرِ عَلٰى يَدَيْهِ وَوَيْلٌ لِّمَنْ جَعَلَ اللّٰهُ مَفَاتِيْحَ الشَّرِّ عَلٰى يَدَيْهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "لوگوں میں سے کچھ لوگ بھلائی کے لیے چابی ہوتے ہیں' اور برائی کے لیے تالہ ہوتے ہیں اور لوگوں میں سے کچھ لوگ برائی کے لیے چابی

235: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 1278' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 419

236: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

237: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

ہوتے ہیں اور بھلائی کے لیے تالہ ہوتے ہیں' تو اس شخص کے لیے مبارکباد ہے' جس کے ہاتھوں میں اللہ تعالیٰ بھلائی کی چابیاں رکھ دیتا ہے' اور اس شخص کے لیے بربادی ہے' جس کے ہاتھوں میں اللہ تعالیٰ برائی کی چابیاں رکھ دیتا ہے''۔

بھلائی کا خزانوں کی طرح ہونے کا بیان

238- حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ اَبُوْ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ هٰذَا الْخَيْرَ خَزَائِنُ وَلِتِلْكَ الْخَزَائِنِ مَفَاتِيْحُ فَطُوْبٰى لِعَبْدٍ جَعَلَهُ اللّٰهُ مِفْتَاحًا لِلْخَيْرِ مِغْلَاقًا لِلشَّرِّ وَوَيْلٌ لِعَبْدٍ جَعَلَهُ اللّٰهُ مِفْتَاحًا لِلشَّرِّ مِغْلَاقًا لِلْخَيْرِ

◆◆ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' یہ بھلائی خزانوں کی طرح ہوتی ہے اور ان خزانوں کی کچھ چابیاں ہوتی ہیں' تو اس بندے کے لیے مبارکباد ہے' جسے اللہ تعالیٰ بھلائی کے لیے چابی بنادے اور برائی کے لیے رکاوٹ بنا دے اور اس شخص کے لیے بربادی ہے' جسے اللہ تعالیٰ برائی کے لیے چابی بنادے اور بھلائی کے لیے رکاوٹ بنادے۔

شرح

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ آدمی کان ہیں جس طرح سونے اور چاندی کی کان ہوتی ہے جو لوگ ایام جاہلیت میں بہتر تھے وہ زمانہ اسلام میں بہتر ہیں اگر وہ سمجھیں۔

(صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: رقم الحدیث 196)

انسان کو معدن یعنی کان سے تشبیہ دی گئی ہے اور یہ تشبیہ نیک اخلاقی و عادات اور صفات و کمالات کی استعداد و صلاحیت کے تفاوت میں دی گئی ہے کہ جس طرح ایک کان میں لعل و یاقوت پیدا ہوتے ہیں تو دوسری کان میں سونا، چاندی اور بعض کان میں چونا، سرمہ، پتھر وغیرہ ہی پیدا ہوتے ہیں اسی طرح انسان کی ذات ہے کہ بعض تو اپنے اخلاق و عادات اور صفات و کمالات کی بنا پر با عظمت اور با شوکت ہوتے ہیں بعض ان سے کچھ کم درجہ کے ہوتے ہیں اور بہت سے ایسے بھی ہوتے ہیں جو ان صفات میں انتہائی کمتر و بے وقعت ہوتے ہیں۔

حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ ایمان لانے سے پہلے حالت کفر میں بہترین خصائل و عادات کے مالک تھے مثلاً سخاوت و شجاعت، اخلاق و دیانتداری اور محبت و مروّت کی بہترین صفات سے متصف تھے تو وہ اسلام لانے کے بعد بھی ان صفات کی بناء پر بہترین قرار دیئے گئے ہیں۔ ٹھیک ایسے ہی جیسے کہ سونا اور چاندی جب تک کان میں پڑے رہتے ہیں کہ وہ خاک میں پڑے رہنے کی وجہ سے اپنی اصلی حالت میں نہیں ہوتے جب انہیں کان سے نکال لیا جاتا ہے اور بھٹی میں ڈال کر تیار کیا جاتا ہے تو نہ صرف یہ کہ وہ اپنی اصلی صورت میں آجاتے ہیں بلکہ ان کی آب و تاب میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔

238: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

اسی طرح جب تک کوئی آدمی کفر کی ظلمت میں چھپا رہتا ہے تو خواہ وہ کتنا باوقار ہو اور اس کے اندر کتنی ہی سخاوت ہو کتنی ہی شجاعت ہو اسے برتری حاصل نہیں ہوتی، مگر جب کفر کے تمام پردوں کو چاک کر کے ظلم سے باہر نکلتا ہے اور ایمان واسلام کو قبول کر کے علم دین میں کمال حاصل کر لیتا ہے اور پھر اپنے آپ کو ریاضت ومجاہد اور دینی محنت ومشقت کی بھٹیوں کے حوالہ کر دیتا ہے تو اس کے بعد نہ صرف یہ کہ وہ اپنی اصل حالت میں آ جاتا ہے بلکہ علم ومعرفت کی روشنی سے اس کا قلب ودماغ منور ہو جاتا ہے اور وہ عزت کی انتہائی بلندیوں پر جا پہنچتا ہے۔

بَابُ: ثَوَابِ مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ

یہ باب لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دینے کے اجر وثواب کے بیان میں ہے

عالم کیلئے سمندر کی مچھلیوں کا دعا مانگنے کا بیان

239- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَطَاءٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّهُ لَيَسْتَغْفِرُ لِلْعَالِمِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ حَتّٰى الْحِيْتَانِ فِي الْبَحْرِ

◆◆ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: "عالم شخص کے لیے آسمانوں اور زمین میں موجود ہر چیز دعائے مغفرت کرتی ہے یہاں تک کہ سمندر میں موجود مچھلیاں بھی (اس کے لیے دعائے مغفرت کرتی ہیں)"۔

عالم کیلئے ثواب کا بیان

240-حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عِيسَى الْمِصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَيُّوبَ عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ عَلَّمَ عِلْمًا فَلَهُ اَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهٖ لَا يَنْقُصُ مِنْ اَجْرِ الْعَامِلِ

◆◆ سہل بن معاذ اپنے والد کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' جو شخص علم کی تعلیم دیتا ہے' تو اسے اس شخص کی مانند بھی اجر ملے گا' جو اس علم پر عمل کرے گا' اور عمل کرنے والے کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

علم دین اور ایصال ثواب کا بیان

241-حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ اَبِي كَرِيمَةَ الْحَرَّانِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ اَبِي عَبْدِ الرَّحِيْمِ حَدَّثَنِي

239: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

240: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

241: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

زَيْدُ بْنُ اَبِیْ اُنَيْسَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ مَا يُخَلِّفُ الرَّجُلُ مِنْ بَعْدِهٖ ثَلَاثٌ وَلَدٌ صَالِحٌ يَدْعُوْ لَهٗ وَصَدَقَةٌ تَجْرِیْ يَبْلُغُهٗ اَجْرُهَا وَعِلْمٌ يُعْمَلُ بِهٖ مِنْ بَعْدِهٖ

قَالَ اَبُو الْحَسَنِ وَ حَدَّثَنَا اَبُوْ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيْدَ بْنِ سِنَانِ الرَّهَاوِیُّ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ سِنَانٍ يَعْنِیْ اَبَاهُ حَدَّثَنِیْ زَيْدُ بْنُ اَبِیْ اُنَيْسَةَ عَنْ فُلَيْحِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْهِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ نَحْوَهٗ

◄► عبداللہ بن ابوقتادہ اپنے والد کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ''آدمی اپنے بعد جو چیزیں چھوڑ کر جاتا ہے ان میں تین چیزیں بہتر ہیں' ایک وہ نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے' دوسرا وہ صدقہ جو جاریہ ہو جس کا اجر اس شخص تک پہنچتا رہے اور ایک وہ علم جس پر اس کے بعد عمل کیا جائے''۔ یہی روایت ایک اور سند کے ساتھ منقول ہے۔

شرح

کچھ اعمال ایسے بھی ہیں جن کے ثواب کا سلسلہ نہ صرف یہ کہ زندگی میں ملتا ہے بلکہ مرنے کے بعد باقی و جاری رہتا ہے۔ ایسے ہی اعمال کے بارے میں اس حدیث میں ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ تین اعمال ایسے ہیں کہ زندگی ختم ہو جانے کے بعد بھی ان کے ثواب کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے اور مرنے والا برابر اس سے منتفع ہوتا رہتا ہے۔ پہلی چیز صدقہ جاریہ ہے، یعنی اگر کوئی آدمی اللہ کی راہ میں زمین وقف کر گیا ہے یا کنواں و تالاب بنوا گیا ہے یا ایسے ہی اللہ کی مخلوق کے فائدہ کی خاطر کوئی دوسری چیز اپنے پیچھے چھوڑ گیا ہے تو جب تک یہ چیزیں قائم رہیں گی اور لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے اس کو برابر ثواب ملتا رہے گا۔ دوسری چیز علم نافع ہے یعنی کسی ایسے عالم نے وفات پائی جو اپنی زندگی میں لوگوں کو اپنے علم سے فائدہ پہنچاتا رہا اور پھر اپنے علوم و معارف کو کسی کتاب کے ذریعہ محفوظ کر گیا جو ہمیشہ لوگوں کے لئے فائدہ مند اور رشد و ہدایت کا سبب بنی ہے یا کسی ایسے آدمی کو اپنا شاگرد بنا گیا جو اس کے علم کا صحیح وارث ہے جس سے لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں تو یہ سب چیزیں ایسی ہیں جو زندگی ختم ہونے کے بعد اس کے لئے سرمایہ و سعادت ثابت ہوں گی اور جن کا ثواب اسے وہاں برابر ملتا رہے گا۔ تیسری چیز اولاد صالح ہے ظاہر ہے کہ کسی انسان کے لئے سب سے بڑی سعادت اور وجہ افتخار اس کی اولاد صالح ہی ہوتی ہے اس لئے کہ صالح اولاد نہ صرف یہ کہ ماں باپ کے لئے دنیا میں سکون و راحت کا باعث بنتی ہے بلکہ ان کے مرنے کے بعد ان کے لئے وسیلہ نجات اور ذریعہ فلاح بھی بنتی ہے اور اس طرح سے کہ لائق و نیک لڑکا اپنے والدین کی قبروں پر جاتا ہے وہاں فاتحہ پڑھتا ہے دعائے مغفرت کرتا ہے، قرآن پڑھ کر ان کو بخشتا ہے اور ان کی طرف سے خیرات و صدقات کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ سب چیزیں مردہ کے لئے ثواب کا باعث ہیں جن سے وہ اخروی زندگی میں کامیاب ہوتا ہے۔

مومن کو فوت ہونے کے بعد ثواب ملتے رہنے کا بیان

242- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ وَهْبِ بْنِ عَطِيَّةَ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا

مَرْزُوْقُ بْنُ اَبِی الْهُذَيْلِ حَدَّثَنِی الزُّهْرِیُّ حَدَّثَنِی اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ الْاَغَرُّ عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِمَّا يَلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهٖ وَحَسَنَاتِهٖ بَعْدَ مَوْتِهٖ عِلْمًا عَلَّمَهٗ وَنَشَرَهٗ وَوَلَدًا صَالِحًا تَرَكَهٗ وَمُصْحَفًا وَّرَّثَهٗ اَوْ مَسْجِدًا بَنَاهُ اَوْ بَيْتًا لِابْنِ السَّبِيْلِ بَنَاهُ اَوْ نَهْرًا اَجْرَاهُ اَوْ صَدَقَةً اَخْرَجَهَا مِنْ مَّالِهٖ فِیْ صِحَّتِهٖ وَحَيَاتِهٖ يَلْحَقُهٗ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهٖ ،

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''مومن کے مرنے کے بعد اس کے اعمال اور اس کی نیکیوں میں سے جو چیز اس تک پہنچتی ہے ان میں ایک وہ علم ہے' جس کی اس نے تعلیم دی ہو جسے اس نے پھیلایا ہو' ایک وہ نیک صالح اولاد ہے' جسے وہ چھوڑ کر گیا ہو' اور ایک وہ قرآن مجید ہے' جو اس کی وراثت میں منتقل ہوا ہو یا وہ مسجد ہے' جسے اس نے بنایا ہو' یا وہ مسافروں کے لیے سرائے ہے' جسے اس نے بنایا ہو یا وہ نہر ہے' جسے اس نے جاری کیا ہو' یا وہ صدقہ ہے' جسے اس نے اپنی صحت اور زندگی کے دوران اپنے مال میں سے نکالا تھا' اس کا اجر و ثواب اس کے مرنے کے بعد بھی اس شخص تک پہنچتا رہتا ہے''۔

علم دین سیکھنا سیکھانا بہترین صدقہ ہونے کا بیان

243- حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ كَاسِبٍ الْمَدَنِیُّ حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرٰهِيْمَ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ طَلْحَةَ عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِیِّ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَفْضَلُ الصَّدَقَةِ اَنْ يَّتَعَلَّمَ الْمَرْءُ الْمُسْلِمُ عِلْمًا ثُمَّ يُعَلِّمَهٗ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ''سب سے افضل صدقہ یہ ہے' مسلمان شخص علم کی تعلیم حاصل کرے اور پھر اپنے کسی مسلمان بھائی کو اس کی تعلیم دے''۔

بَابُ: مَنْ كَرِهَ اَنْ يُّوْطَاَ عَقِبَاهُ

یہ باب اس شخص کے بیان میں جو اس بات کو ناپسند کرے کہ اس کے پیچھے چلا جائے

244- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ شُعَيْبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِيْهِ قَالَ مَا رُئِیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْكُلُ مُتَّكِئًا قَطُّ وَلَا يَطَاُ عَقِبَيْهِ رَجُلَانِ

حَدَّثَنَا اَبُوالْحَسَنِ وَ حَدَّثَنَا حَازِمُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا اِبْرٰهِيْمُ بْنُ الْحَجَّاجِ السَّامِیُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ

242: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

243: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

244: اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 3769

سَلَمَةَ قَالَ اَبُوالْحَسَنِ وَ حَدَّثَنَا اِبْرٰهِيْمُ بْنُ نَصْرٍ الْهَمْدَانِيُّ صَاحِبُ الْقَفِيْزِ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ

◄► شعیب بن عبداللہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی کریم ﷺ کو کبھی بھی تکیے کے ساتھ ٹیک لگا کر کھاتے ہوئے نہیں دیکھا گیا اور نہ ہی ایسی حالت میں دیکھا گیا کہ آپ ﷺ کے پیچھے دو آدمی چل رہے ہوں۔ یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

245- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا اَبُوالْمُغِيْرَةِ حَدَّثَنَا مُعَانُ بْنُ رِفَاعَةَ حَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ يَوْمٍ شَدِيْدِ الْحَرِّ نَحْوَ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ وَكَانَ النَّاسُ يَمْشُوْنَ خَلْفَهُ فَلَمَّا سَمِعَ صَوْتَ النِّعَالِ وَقَرَ ذٰلِكَ فِيْ نَفْسِهِ فَجَلَسَ حَتّٰى قَدَّمَهُمْ اَمَامَهُ لِئَلَّا يَقَعَ فِيْ نَفْسِهِ شَيْءٌ مِّنَ الْكِبْرِ

◄► حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ شدید گرمی کے دن نبی کریم ﷺ "بقیع غرقد" کے پاس سے گزرے تو کچھ لوگ آپ ﷺ کے پیچھے چلنے لگے' جب نبی کریم ﷺ نے ان کے جوتوں کی آواز سنی اور آپ ﷺ کو یہ اچھا محسوس ہوا تو نبی کریم ﷺ تشریف فرما ہو گئے' یہاں تک کہ وہ لوگ آپ ﷺ سے آگے گزر گئے' نبی کریم ﷺ نے ایسا اس لیے کیا تھا تا کہ آپ ﷺ کے ذہن میں تکبر سے متعلق کوئی خیال نہ آئے۔

246-حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ نُبَيْحٍ الْعَنَزِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَشٰى مَشٰى اَصْحَابُهُ اَمَامَهُ وَتَرَكُوْا ظَهْرَهُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ

◄► حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ جب چلتے تھے تو آپ ﷺ کے اصحاب آپ ﷺ کے آگے چلتے تھے' اور وہ نبی کریم ﷺ کے پیچھے والے حصے کو فرشتوں کے لیے چھوڑ دیتے تھے۔

بَابُ: الْوَصَاةِ بِطَلَبَةِ الْعِلْمِ

یہ باب طالب علموں کیلئے وصیت کے بیان میں ہے

دینی طلباء کو خوش آمدید کہنے کا بیان

247-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ رَاشِدٍ الْمِصْرِيُّ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ عَبْدَةَ عَنْ اَبِيْ هَارُوْنَ

245: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

246: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

247: اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2650' ورقم الحدیث: 2651



العَبدِيّ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الخُدرِیِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَيَاْتِيكُمْ اَقْوَامٌ يَطْلُبُوْنَ الْعِلْمَ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُمْ فَقُوْلُوْا لَهُمْ مَرْحَبًا مَرْحَبًا بِوَصِيَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقْنُوهُمْ قُلْتُ لِلْحَكَمِ مَا اقْنُوهُمْ قَالَ عَلِّمُوْهُمْ

◄► حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: مشرق کی سمت سے لوگ تمہارے پاس آئیں گے وہ علم حاصل کرنا چاہتے ہوں گے جب وہ تمہارے پاس آئیں تو تم ان کے بارے میں بھلائی کی تلقین کو قبول کرو۔

راوی بیان کرتے ہیں: جب حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہمیں دیکھتے تھے تو فرمایا کرتے تھے: ان لوگوں کو خوش آمدید! جن کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت کی تھی۔

شرح

اس ارشاد کا مقصد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یہ بتانا ہے کہ میرے بعد چونکہ تمہاری ہی ذات دنیا کے لئے راہ بر و راہنما ہوگی اور تم ہی لوگوں کے پیشوا و امام بنو گے اس لئے تمام دنیا کے لوگ تمہارے پاس علم دین طلب کرنے اور میری احادیث حاصل کرنے آئیں گے۔ لہٰذا تمہیں چاہئے کہ وہ آئیں تو تم ان کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرو، ان کی نگہداشت اور تربیت میں کوتاہی نہ کرو اور ان کے ساتھ شفقت و محبت کا برتاؤ کرو، نیز ان کے قلوب کو علم دین کی اس مقدس روشنی سے جس سے تمہارے قلوب براہ راست فیضیاب ہو چکے ہیں منور کرو۔

دینی طلباء کی حوصلہ افزائی کرنے کا بیان

248- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ زُرَارَةَ حَدَّثَنَا الْمُعَلَّى بْنُ هِلَالٍ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ قَالَ دَخَلْنَا عَلَى الْحَسَنِ نَعُوْدُهُ حَتّٰى مَلَاْنَا الْبَيْتَ فَقَبَضَ رِجْلَيْهِ ثُمَّ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰى اَبِیْ هُرَيْرَةَ نَعُوْدُهُ حَتّٰى مَلَاْنَا الْبَيْتَ فَقَبَضَ رِجْلَيْهِ ثُمَّ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى مَلَاْنَا الْبَيْتَ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ لِجَنْبِهٖ فَلَمَّا رَاٰنَا قَبَضَ رِجْلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اِنَّهٗ سَيَاْتِيكُمْ اَقْوَامٌ مِّنْ بَعْدِیْ يَطْلُبُوْنَ الْعِلْمَ فَرَحِّبُوْا بِهِمْ وَحَيُّوْهُمْ وَعَلِّمُوْهُمْ قَالَ فَاَدْرَكْنَا وَاللّٰهِ اَقْوَامًا مَا رَحَّبُوْا بِنَا وَلَا حَيَّوْنَا وَلَا عَلَّمُوْنَا اِلَّا بَعْدَ اَنْ كُنَّا نَذْهَبُ اِلَيْهِمْ فَيَجْفُوْنَا

◄► اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ نامی راوی بیان کرتے ہیں: ہم حسن نامی راوی کی خدمت میں ان کی عیادت کرنے کے لیے حاضر ہوئے ہم نے گھر بھر دیا وہ اس وقت لیٹے ہوئے تھے انہوں نے اپنے پاؤں سمیٹ لئے پھر انہوں نے یہ بات بیان کی ایک مرتبہ ہم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کرنے کے لیے ان کے ہاں گئے تھے تو ہم نے گھر بھر دیا تھا وہ اس وقت لیٹے ہوئے تھے تو انہوں نے اپنے پاؤں سمیٹ لیے پھر انہوں نے بتایا ایک مرتبہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

248: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

خدمت میں حاضر ہوئے' تو ہم نے گھر کو بھر دیا' نبی کریم ﷺ اس وقت پہلو کے بل لیٹے ہوئے تھے جب آپ ﷺ نے ہمیں ملاحظہ فرمایا' تو آپ ﷺ نے اپنے پاؤں سمیٹ لیے پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''عنقریب میرے بعد تمہارے پاس کچھ ایسے لوگ آئیں گے جو علم طلب کرنے والے ہوں گے تو تم انہیں ''خوش آمدید'' کہنا' انہیں سلام کہنا اور انہیں تعلیم دینا''۔ راوی کہتے ہیں: اللہ کی قسم! ہم نے ایسے لوگوں کو پایا جنہوں نے نہ کبھی ہمیں مرحبا کہا اور نہ کبھی ہمیں سلام کیا' اور نہ ہی ہمیں تعلیم دی' بلکہ الٹا جب ہم ان کے پاس جاتے تو وہ ہمارے ساتھ زیادتی کیا کرتے۔

شرح

بلاتفریق مختلف طبقات کے لیے عملی کاوشیں: فروغ تعلیم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام طبقات کو ملحوظ رکھا، بلا کسی تفریق آپ نے ضرورت پر سب کو تعلیم دی، سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل خانہ سے لے کر قریبی رشتہ داروں اور سماج کے تمام لوگوں بالخصوص ساتھیوں اور نوجوانوں پر اس سلسلے میں توجہ مرکوز کی بلکہ عورتوں کو بھی آپ نے اس سے محروم نہ رکھا۔ دیہات سے آنے والے بدوؤں اور اعرابیوں، نیم نومسلموں کو بھی تعلیم کا فیض پہنچایا۔ چنانچہ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حق تعلیم اور اس کا فروغ سیرت نبوی کے آئینہ میں سماج کے ہر طبقہ کو دیا گیا ہے اور نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا امتیاز چھوٹے بڑے، امیر وغریب، مرد وعورت، قریبی وغیر قریبی ہر ایک کو حصول تعلیم کا موقع عنایت کیا ہے۔ اس سلسلے میں جب سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوراق پر طائرانہ نظر ڈالی جاسکتی ہے...

249- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَنْقَزِيُّ اَنْبَاَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِي هَارُوْنَ الْعَبْدِيِّ قَالَ كُنَّا اِذَا اَتَيْنَا اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ قَالَ مَرْحَبًا بِوَصِيَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَنَا اِنَّ النَّاسَ لَكُمْ تَبَعٌ وَّاِنَّهُمْ سَيَاْتُوْنَكُمْ مِنْ اَقْطَارِ الْاَرْضِ يَتَفَقَّهُوْنَ فِي الدِّيْنِ فَاِذَا جَاءُوْكُمْ فَاسْتَوْصُوْا بِهِمْ خَيْرًا

ابو ہارون عبدی بیان کرتے ہیں: جب ہم حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو وہ یہ فرماتے تھے: ''ان لوگوں کو خوش آمدید جن کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے وصیت کی تھی' نبی کریم ﷺ نے ہمیں فرمایا تھا' لوگ تمہارے پیروکار رہوں گے' عنقریب وہ دین علم کے حصول کے لیے دنیا کے دور دراز علاقوں سے تمہارے پاس آئیں گے' جب وہ تمہارے پاس آئیں' تو تم ان کے بارے میں بھلائی کی وصیت کو قبول کرو۔

شرح

طالب علموں کا والہانہ استقبال اور خیر مقدم اور ان کی تشجیع وحوصلہ افزائی: کسی بھی نفع بخش اور اچھے عمل پر اگر اسے انجام دینے والوں کی حوصلہ افزائی اور دلجوئی نہ کی جائے تو عزائم رفتہ رفتہ پژمردہ ہونے لگتے ہیں، میدان تعلیم میں دلجوئی اور حوصلہ افزائی کا ایک بہترین طریقہ طلباء کا والہانہ استقبال اور خیر مقدمی کلمات کہنا ہے۔ جس سے ان کے دلوں میں علم کی محبت، حصول تعلیم کا جذبہ،

احترام اساتذہ و معلمین نیز دلجمعی اور شوق و لگن سے اس میدان میں لگے رہنے کا حوصلہ پیدا اور بلند ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مثالی طریقہ تھا کہ آپ دور دراز اور قریب سے آنے والے ہر کس و ناکس کا، اسی طرح آپ کی مجلسوں میں شریک ہونے والے اور زندگی کی کامیابی کے اصول و آداب سیکھنے کی خاطر آنے والے طلباء اور شائقین علم کا والہانہ استقبال کرتے اور ان کی ہر ممکن دلجوئی اور حوصلہ افزائی بھی کیا کرتے، ان کے عزائم اور ارادوں کی پختگی اور تعلیم میں ان کی ہم آہنگی اور دلجمعی کے لیے انھیں خوشخبریاں سناتے۔ سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالعہ سے اس بابت ہمیں درج ذیل باتیں اور دلیلیں معلوم ہوتی ہیں:۔

طالب علموں کا حسن استقبال: حضرت صفوان کہتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ اپنی سرخ چادر پہنے اور ٹیک لگائے مسجد میں تشریف فرما تھے، میں نے عرض کیا کہ میں علم حاصل کرنے کے لیے حاضر خدمت ہوا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرحبا بطالب العلم کہ طالب علم کو خوش آمدید ہو، اس کے بعد فرمایا: کہ طالب علم کو فرشتے اپنے پروں سے گھیر لیتے ہیں اور پھر وہ ایک دوسرے پر سوار ہوتے ہوئے آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں اور یہ سب کچھ اس کے طلب علم سے محبت کی بنا پر کرتے ہیں۔ (مجمع الزوائد کتاب العلم، باب فی طلب العلم۔1/130۔ حدیث صحیح ہے۔ صحیح الترغیب۔1/106)

دینی مسائل و معاملات سیکھنے کی غرض سے آنے والے وفود کا خیر مقدم: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفد عبدالقیس کا بہترین اور شاندار استقبال کیا اور انھیں تعلیم دی، قبیلہ بنو عامر کی طرف سے آنے والے وفد کا خیر مقدم اور ان کی حوصلہ افزائی کی اور انھیں مختلف مسائل کی تعلیم دی۔ حدیث کی مختلف کتابوں میں اس طرح کی بے شمار روایتیں موجود ہیں۔ دیکھیے

(صحیح بخاری کتاب الادب، باب قول الرجل مرحبا رقم 6178، الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان: 7293)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طالب علموں کے سلسلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خیر کی وصیت کی اور اپنی زندگی کے بعد ان کی حوصلہ افزائی اور خبر گیری کرنے کا حکم دیا: حضرت ابو سعید خدری صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب تمھارے پاس قومیں طلب علم کے لیے آئیں گی، جب تم انھیں دیکھو تو ان سے کہو کہ: مرحبا مرحبا بوصية رسول الله صلى الله عليه وسلم واقنوهم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق تمھیں خوش آمدید اور مرحبا ہو اور تم انھیں علم سکھاؤ اور تعلیم دو۔ (ابن ماجہ مقدمہ الوصاۃ بطلبۃ العلم صحیح ابن ماجہ: 461)

طالب علموں اور شاگردوں کے لیے معلم کائنات کی دعائیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فروغ تعلیم کے لیے دنیوی وسائل کا سہارا لینے کے ساتھ ساتھ توفیق الٰہی، نصرت باری اور مدد ربانی کے لیے طالب علموں کی خاطر دعاؤں کا خصوصی اہتمام کیا ہے اور اس سلسلے میں ایک مثال قائم کی ہے۔ ایک استاد اور معلم جہاں اپنے طلباء اور شاگردوں کی زندگی بنانے، مستقبل سنوارنے اور علم و معرفت سے انھیں آراستہ کرنے کے لیے ہر ممکن جتن کرتا ہے اور مختلف وسائل و ذرائع کا سہارا لے کر طلباء کی تعلیمی ترقی کے لیے راہیں ہموار کرتا ہے وہیں زندگی کو کامیاب بنانے اور محنتوں و کاوشوں کا عمدہ ثمرہ اور نتیجہ پانے کے لیے رب العالمین سے دعائیں بھی کرتا ہے۔ زبان معلم اپنے طلباء کے حق میں دعاؤں کا گنجینہ بیش بہا بن کر عرش الٰہی سے ان کی کامیابی اور کامرانی کے لیے فریاد رسی کرتی ہے یہی اسوۂ نبوی بھی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے شاگردوں کے لیے نہ صرف یہ کہ دعائیں کی ہیں بلکہ اپنی دعاؤں

کی قبولیت واستجابت سے ان کے مستقبل کو رنگ ونور اور فوز وفلاح سے بھر دیا ہے۔ جس کا ہم تصور نہیں کر سکتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس کے لیے علم کتاب کی دعا کی اللھم علمہ الکتاب کہ اللہ تو اسے کتاب کا علم عطا فرما دے۔ (بخاری کتاب العلم باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللھم علمہ الکتاب: 75) چنانچہ عبداللہ بن عباس کے حق میں آپ کی یہ دعا شرف قبولیت تک پہنچ گئی اور انھیں علم کتاب عطا کیا گیا، یہاں تک کہ امت مسلمہ نے کتاب الٰہی کے بھرپور علم ومعرفت کی وجہ سے انھیں ترجمان القرآن کا لقب دیا۔

طلباء کی ہنر مندیوں اور صلاحیتوں کا اعتراف اور ان کی عزت افزائی: طلباء کے علم ومعرفت میں رسوخ اور پختگی پیدا کرنے، ذہنی وعقلی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لیے ان کی لیاقت وصلاحیت اور کاوش ومحنت کی تعریف کرنا، ان کے عمدہ کاموں اور ان کی حوصلہ افزائی اور تشجیع کرنا بے حد ضروری ہے تاکہ ان کا تعلیمی مستقبل روشن ہو، اور یہ اپنی صلاحیتوں کو مکمل طریقے سے پروان چڑھا کر اپنے گھر اور خاندان اور قوم وملت کے لیے مشعل راہ بنیں۔ سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کرنے سے یہ بات بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلے میں تمام اساتذہ اور معلمین کو بہترین اسوہ اور نمونہ عطا کیا ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے طلبا اور شاگردوں کی صلاحیتوں اور لیاقتوں پر ان کی عزت افزائی کرتے، ان کے عمدہ کاموں اور کارناموں نیز ان کی محنتوں اور کاوشوں کو سراہتے ہوئے ان کے حق میں تعریفی کلمات کہتے: حضرت ابی بن کعب فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے قرآن عزیز کی سب سے باعظمت آیت کے بارے میں پوچھا میں نے جواب دیا کہ سب سے باعظمت آیت اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر ضرب لگائی اور کہا کہ: و اللہ لیھنئك العلم اباالمنذر کہ اللہ کی قسم اے ابو منذر! تمھیں تمھارا علم مبارک ہو۔ (مسلم صلوۃ المسافرین باب فضل سورۃ کہف وآیۃ الکرسی: 87/258)

امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس حدیث سے عالم کا اپنے باصلاحیت شاگردوں کی توقیر کرنا، ان کی کنیتوں کے ساتھ ان کو مخاطب کرنا، کسی انسان کے روبرو کسی مصلحت کے پیش نظر ان کی تعریف کرنا، جب کہ اس میں خود پسندی کا اندیشہ نہ ہو، ثابت ہوتا ہے۔ (شرح النووی علی مسلم 6/93)

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوموسیٰ اشعری، عبداللہ بن مسعود، سالم مولی ابی حذیفہ کی تلاوت، ترتیل وتجوید اور عمدہ آواز پر ان کی زبردست حوصلہ افزائی کرتے تھے۔

(بخاری فضائل القرآن۔ آثار حسن الصوت: 5048، مسلم: 241، مجمع الزوائد: 9/300)

مذکورہ دلائل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فروغ تعلیم، اس کی نشر واشاعت، طلباء کی قدردانی وحوصلہ افزائی، ان کے لیے نیک دعائیں اور تمنائیں کسی بھی چیز میں کچھ کسر باقی نہ چھوڑا ہے۔ بنیادی حق تعلیم اور اس کے فروغ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات، معمولات اور تشجیعات سے بھرے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سیرت نبوی کے آئینے میں تعلیم اور اس کے فروغ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بَابُ: اَلْاِنْتِفَاعِ بِالْعِلْمِ وَالْعَمَلِ بِهٖ

یہ باب علم سے نفع حاصل کرنے اوراس پرعمل کرنے کے بیان میں ہے

فائدہ نہ دینے والے علم سے پناہ مانگنے کا بیان

250– حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْخَالِدٍ الْاَحْمَرُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِىْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ مِنْ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ وَمِنْ دُعَاءٍ لَّا يُسْمَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَّا يَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَّا تَشْبَعُ

◈ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے۔''اے اللہ! میں ایسے علم سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو نفع نہ دے ایسی دعا سے جو سنی نہ جائے اور ایسے دل سے جو ڈرے نہیں اور ایسے نفس سے جو سیر نہ ہو (ان سب سے تیری پناہ مانگتا ہوں)''۔

علم سے نفع حاصل کرنے کی دعا مانگنے کا بیان

251–حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ انْفَعْنِىْ بِمَا عَلَّمْتَنِىْ وَعَلِّمْنِىْ مَا يَنْفَعُنِىْ وَزِدْنِىْ عِلْمًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ

◈ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے:''اے اللہ! تو نے مجھے جو علم دیا ہے اُس کے ذریعے مجھے نفع عطاء کر اور مجھے اُس چیز کا علم عطاء کر جو مجھے نفع دے اور میرے علم میں اضافہ کر، ہر حال میں ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے''۔

دنیاوی اغراض کیلئے دینی علوم حاصل کرنے والے کا بیان

252– حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَّسُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَا حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَعْمَرٍ اَبِىْ طُوَالَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغٰى بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ لَا يَتَعَلَّمُهٗ اِلَّا لِيُصِيْبَ بِهٖ عَرَضًا مِّنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَعْنِىْ رِيْحَهَا

قَالَ اَبُوالْحَسَنِ اَنْبَاَنَا اَبُوْحَاتِمٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ فَذَكَرَ نَحْوَهٗ

250: اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 5551

251: اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 3599' اخرجہ ابن ماجہ فی ''السنن'' رقم الحدیث: 3833

252: اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 3664

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''جو شخص کوئی ایسا علم حاصل کرے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کی جاتی ہے اور وہ شخص صرف دنیاوی فائدے کے حصول کے لیے اسے حاصل کرے تو ایسا شخص قیامت کے دن اس کی بُو بھی نہیں پائے گا''۔ (راوی کہتے ہیں: اس سے مراد جنت کی بُو ہے) ابوالحسن کہتے ہیں یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

فخر و تکبر کے اظہار کیلئے علم حاصل کرنے والوں کا بیان

253- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا اَبُوْ كَرِبٍ الْاَزْدِيُّ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَآءَ اَوْ لِيُبَاهِيَ بِهِ الْعُلَمَآءَ اَوْ لِيَصْرِفَ وُجُوْهَ النَّاسِ اِلَيْهِ فَهُوَ فِي النَّارِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ''جو شخص علم اس لیے حاصل کرتا ہے' تاکہ اس کے ذریعے بے وقوفوں کے ساتھ بحث کرے یا علماء کے سامنے فخر کا اظہار کرے یا لوگوں کو اپنی طرف مائل کرے تو وہ شخص جہنم میں جائے گا''۔

جاہلوں سے بحث کرنے کی ممانعت کا بیان

254- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ اَنْبَاَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ لِتُبَاهُوْا بِهِ الْعُلَمَآءَ وَلَا لِتُمَارُوْا بِهِ السُّفَهَآءَ وَلَا تَخَيَّرُوْا بِهِ الْمَجَالِسَ فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَالنَّارُ النَّارُ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ''علم اس لیے حاصل نہ کرو تاکہ تم اس کے ذریعے علماء کے سامنے فخر و مباہات کا اظہار کرو یا اس کے ذریعے تم بے وقوفوں کے ساتھ بحث مباحثہ کرو' یا اس کے ذریعے محافل میں اپنے آپ کو نمایاں کرو' جو شخص ایسا کرے گا' تو پھر (اس کا ٹھکانہ) آگ ہوگی' آگ ہوگی''۔

قرآن میں جھگڑا کرنے کی ممانعت سے متعلق تفسیری تصریحات کا بیان

۱:۔ابن ابی حاتم نے ابو مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ (آیت) ما یجادل فی ایت اللہ الا الذین کفروا اللہ کی آیات میں جھگڑا نہیں کرتے مگر وہی لوگ جو کافر ہیں) اور (یہ آیت حرث بن قیس سلمی کے بارے میں نازل ہوئی۔

۲:۔عبد بن حمید رحمۃ اللہ علیہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا قرآن میں جھگڑا کرنا کفر ہے۔

253: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

254: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

۳:۔عبد بن حمید رحمۃ اللہ علیہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا قرآن میں جھگڑا کرنا کفر ہے۔

۴:۔عبد بن حمید رحمۃ اللہ علیہ نے ابوجہیم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب میں سے دو آدمیوں نے ایک آیت کے بارے میں جھگڑا کیا ان میں سے ایک نے کہا میں نے اسے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان سے سیکھا ہے۔اور دوسرے نے کہا میں نے بھی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان سے لیا ہے دونوں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس حاضر ہوئے اور اس بات کا ذکر کیا آپ نے فرمایا قرآن سات نعمتوں میں نازل ہوا اور اس میں جھگڑا کرنے سے بچو کیونکہ اس میں جھگڑا کرنا کفر ہے۔

۵:۔عبد بن حمید رحمۃ اللہ علیہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا قرآن میں جھگڑا کرنا کفر ہے۔

۶:۔عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ وعبد بن حمید رحمۃ اللہ علیہ نے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ (آیت) فلا یغررک تقلبھم فی البلاد (ان کا شہروں میں چلنا پھرنا آپ کو دھوکہ میں نہ ڈالے) یعنی ان کا آنا اور جانا اور ان کا سفروں میں پھرنا (آیت) والاحزاب من بعدھم یعنی نوح علیہ السلام کی قوم عاد اور ثمود کی قوموں کے بعد کہ وہ کافر جماعتیں تھیں (آیت) وھمت کل امۃ برسولھم (اور ہر امت نے اپنے پیغمبر کا ارادہ کیا) تاکہ ان کو پکڑیں اور ان کو قتل کریں (آیت) وکذلک حقت کلمت ربک علی الذین کفروا (اسی طرح ثابت ہوئی تیرے رب کی بات ان لوگوں پر جو کافر ہیں) یعنی ان پر عذاب ثابت ہوا ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے۔

۷:۔عبد بن حمید رحمۃ اللہ علیہ وابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ نے قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ (آیت) فلا یغررک تقلبھم فی البلاد یعنی ان کا فسا کرنا اس میں اور ان کا کفر کرنا (آیت) فاخذتھم فکیف کان عقاب (پھر ان کو پکڑا سو ہمارا عذاب کیسے ہوا) فرمایا اور اللہ تعالیٰ سخت عذاب والے ہیں۔اما قولہ تعالیٰ : وجدلوا بالباطل لیدحضوا بہ الحق :8:۔طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے باطل کی مدد کی تاکہ اپنے باطل کے ساتھ حق کو باطل کردے تو اس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا ذمہ بری ہوگیا۔(تفسیر درمنثور، سورہ غافر، بیروت)

امراء کے پاس علماء کے جانے کا بیان

255-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ اَنْبَاَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكِنْدِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اُنَاسًا مِّنْ اُمَّتِيْ سَيَتَفَقَّهُوْنَ فِي الدِّيْنِ وَيَقْرَءُ وْنَ الْقُرْاٰنَ وَيَقُوْلُوْنَ نَاْتِي الْاُمَرَاءَ فَنُصِيْبُ مِنْ دُنْيَاهُمْ وَنَعْتَزِلُهُمْ بِدِيْنِنَا وَلَا يَكُوْنُ ذٰلِكَ كَمَا لَا يُجْتَنٰى مِنَ الْقَتَادِ اِلَّا الشَّوْكُ كَذٰلِكَ لَا يُجْتَنٰى مِنْ قُرْبِهِمْ اِلَّا قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ

255:اس روایت کونقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

الصَّبَّاحِ كَاَنَّهٗ يَعْنِي الْعَطَايَا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ''عنقریب میری امت کے کچھ افراد دین کا علم حاصل کریں گے وہ قرآن کی تعلیم حاصل کریں گے اور یہ کہیں گے ہم امراء کے پاس جائیں گے اور ان سے دنیاوی فوائد حاصل کریں گے البتہ ہم اپنے دین کی وجہ سے ان سے الگ تھلگ رہیں گے (یعنی ان کے گناہوں میں ان کا ساتھ نہیں دیں گے) حالانکہ ایسا نہیں ہوسکتا' جس طرح کانٹے دار درخت سے صرف کانٹے ہی چنے جاسکتے ہیں' اس طرح ان (امیر لوگوں) کے قرب سے صرف (گناہ) ہی ہوگا''۔ محمد بن صباح نامی راوی بیان کرتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے' ان لوگوں کو گناہ ہی حاصل ہوگا۔

256- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُحَارِبِيُّ حَدَّثَنَا عَمَّارُ بْنُ سَيْفٍ عَنْ اَبِيْ مُعَاذٍ الْبَصْرِيِّ ح و حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ عَنْ عَمَّارِ بْنِ سَيْفٍ عَنْ اَبِيْ مُعَاذٍ الْبَصْرِيِّ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ جُبِّ الْحُزْنِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا جُبُّ الْحُزْنِ قَالَ وَادٍ فِيْ جَهَنَّمَ تَعَوَّذُ مِنْهُ جَهَنَّمُ كُلَّ يَوْمٍ اَرْبَعَ مِائَةِ مَرَّةٍ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ يَّدْخُلُهٗ قَالَ اُعِدَّ لِلْقُرَّاءِ الْمُرَائِيْنَ بِاَعْمَالِهِمْ وَاِنَّ مِنْ اَبْغَضِ الْقُرَّاءِ اِلَى اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَزُوْرُوْنَ الْاُمَرَاءَ قَالَ الْمُحَارِبِيُّ الْجَوَرَةَ

حَدَّثَنَا قَالَ اَبُو الْحَسَنِ: حَدَّثَنَا حَازِمُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ النَّصْرِيِّ وَكَانَ ثِقَةً ثُمَّ ذَكَرَ الْحَدِيْثَ نَحْوَهٗ

حَدَّثَنَا اِبْرٰهِيْمُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ غَسَّانَ مَالِكُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَمَّارُ بْنُ سَيْفٍ عَنْ اَبِيْ مُعَاذٍ قَالَ مَالِكُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ عَمَّارٌ لَا اَدْرِيْ مُحَمَّدٌ اَوْ اَنَسُ بْنُ سِيْرِيْنَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ''جُبِّ حزن'' سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو! لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! جُبِّ حزن'' کیا چیز ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ جہنم میں ایک وادی ہے' جس سے جہنم بھی روزانہ چار سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے۔ عرض کی گئی: اے اللہ تعالیٰ کے رسول! اس میں داخل کون ہوگا؟ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ دکھاوے کے طور پر قرآن مجید پڑھنے والے لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ عالم وہ ہیں جو امراء کے ہاں آتے جاتے ہوں۔ محاربی کہتے ہیں: اس سے مراد ظالم حکمران ہیں۔ یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

شرح

جب الحزن'' دوزخ کی ایک وادی کا نام ہے جو بہت گہری ہے اور کنوئیں کے مشابہ ہے یہ اتنی زیادہ ہیبت ناک اور وحشت

256: اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 2383

ناک ہے کہ دوزخی تو الگ رہے خود دوزخ دن میں چار سو مرتبہ اس سے پناہ مانگتی ہے۔ چنانچہ فرمایا جارہا کہ وہ قاری جو اپنا عمل یعنی قرآن پڑھنا محض دکھلاوے وریاء کے لئے کرتے ہیں اسی وحشت ناک وادی میں دھکیل دیئے جائیں گے۔ اسی حکم میں ریاکار عالم اور عابد بھی داخل ہیں، کیونکہ علم کی اصل بنیاد تو قرآن ہی ہے اسی طرح عبادت بھی قرآنی احکام ہی کے مطابق ہوتی ہے۔ اس لئے ایسے عالم اور عابد جو ریاء کار ہیں وہ انہیں قاریوں کے ہمراہ اسی کنواں کا لقمہ بنیں۔ "سرداروں سے ملاقات" کا مطلب یہ ہے کہ جو قاری سرداروں سے محض حب جاہ و مال اور دنیاوی طمع ولالچ کی خاطر ملتا ہے وہ اللہ کے نزدیک مبغوض ترین ہے۔ ہاں اگر سرداروں سے ملنا امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لئے ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ نیز یہاں سرداروں سے بھی وہی سردار مراد ہیں جو ظالم اور جابر ہوں، نیک بخت سردار یا عادل امیر و حاکم کا یہ حکم نہیں ہے۔ کیونکہ ایسے امراء و سردار جو اللہ کے نیک بندے ہوں ان سے ملاقات کرنا عبادت میں داخل ہے۔

257- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَّالْحُسَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ النَّصْرِيِّ عَنْ نَهْشَلٍ عَنِ الضَّحَّاكِ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْعِلْمِ صَانُوا الْعِلْمَ وَوَضَعُوْهُ عِنْدَ اَهْلِهٖ لَسَادُوْا بِهٖ اَهْلَ زَمَانِهِمْ وَلٰكِنَّهُمْ بَذَلُوْهُ لِاَهْلِ الدُّنْيَا لِيَنَالُوْا بِهٖ مِنْ دُنْيَاهُمْ فَهَانُوْا عَلَيْهِمْ سَمِعْتُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ جَعَلَ الْهُمُوْمَ هَمًّا وَّاحِدًا هَمَّ اٰخِرَتِهٖ كَفَاهُ اللّٰهُ هَمَّ دُنْيَاهُ وَمَنْ تَشَعَّبَتْ بِهِ الْهُمُوْمُ فِيْ اَحْوَالِ الدُّنْيَا لَمْ يُبَالِ اللّٰهُ فِيْ اَيِّ اَوْدِيَتِهَا هَلَكَ

حَدَّثَنَا اَبُو الْحَسَنِ حَدَّثَنَا حَازِمُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ النَّصْرِيِّ وَكَانَ ثِقَةً ثُمَّ ذَكَرَ الْحَدِيْثَ نَحْوَهٗ بِاِسْنَادِهٖ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "اگر اہل علم علم کی حفاظت کریں اور اسے اس کے اہل لوگوں تک منتقل کریں' تو اس کے ذریعے وہ اپنے زمانے کے لوگوں کے سردار بن جائیں گے لیکن انہوں نے اس علم کو اہل دنیا کے لیے خرچ کیا تاکہ اس کے ذریعے ان لوگوں سے دنیا حاصل کریں' تو یہ اہل علم ان امیر لوگوں کے ہاں ذلیل ورسواء ہوگئے' میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"جس شخص کی تمام تر توجہ کا مرکز اس کی آخرت ہو' تو اللہ تعالیٰ اس کی دنیاوی پریشانیوں کے حوالے سے اس کے لیے کافی ہوجاتا ہے' اور جو شخص دنیا کے مختلف امور کے بارے میں پریشان رہتا ہے' تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوگی کہ وہ کون سی وادی میں ہلاکت کا شکار ہوتا ہے؟" ابوالحسن کہتے ہیں یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

ریاکاری کیلئے علم حاصل کرنے والوں کا بیان

258- حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ اَخْزَمَ وَاَبُوْبَدْرٍ عَبَّادُ بْنُ الْوَلِيْدِ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ الْهُنَائِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ

257: اخرجہ ابن ماجہ فی "السنن" رقم الحدیث: 4106

بْنُ الْمُبَارَكِ الْهُنَائِيُّ عَنْ اَيُّوْبَ السَّخْتِيَانِيِّ عَنْ خَالِدِ بْنِ دُرَيْكٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِغَيْرِ اللّٰهِ اَوْ اَرَادَ بِهٖ غَيْرَ اللّٰهِ فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص اللہ تعالیٰ کی بجائے کسی اور کے لیے علم حاصل کرے یا اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی بجائے کسی اور (کی رضا مندی) کا ارادہ کرے تو وہ جہنم میں اپنے مخصوص ٹھکانے تک پہنچنے کے لیے تیار رہے۔

شرح

حضرت عمرو ابن شعیب رضی اللہ عنہ (عمرو ابن شعیب تابعی ہیں، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے خاندان سے ہیں)۔ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کے بارے میں سنا کہ وہ آپس میں قرآن کے بارے میں بحث کر رہے ہیں اور جھگڑ رہے ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک تم سے پہلے کے لوگ اسی سبب سے ہلاک ہوئے انہوں نے کتاب اللہ کے بعض حصہ کو بعض پر مارا (یعنی آیات میں تضاد اور اختلاف ثابت کیا کہ فلاں آیت فلاں آیت کے مخالف ہے اور یہ آیت فلاں آیت کے مخالف ہے) اور بے شک کتاب اللہ کا بعض حصہ بعض کی تصدیق کرتا ہے لہٰذا تم قرآن کے بعض حصہ کو بعض سے نہ جھٹلاؤ اور اس کے بارے میں جتنا تم جانتے ہو اس کو بیان کرو اور جو نہیں جانتے ہو اسے جاننے والوں کی طرف سونپ دو۔ (مسند احمد بن حنبل، مشکوۃ شریف: جلد اول: رقم الحدیث، 226)

جن لوگوں کا علم ناقص ہوتا ہے اور جن کے ایمان وعقیدہ میں کمزوری اور ذہن وفکر میں کمی ہوتی ہے وہ آیات میں باہم اختلاف پیدا کرتے رہتے ہیں اور آیت کے حقیقی مفہوم ومراد سے ہٹ کران کے ناقص ذہن وفکر میں جو مفہوم آتا ہے اسے بیان کرتے ہیں اور پھر اسی طرز پر اپنے نظریات واعتقادات کی بنیاد بھی رکھ دیتے ہیں جس کی مثال ماقبل کی حدیث میں بیان کی جا چکی ہے۔ اس کے بارے میں یہاں بھی فرمایا جا رہا ہے کہ اگر تمہیں کچھ آیتوں میں اختلاف نظر آئے تو اس میں سے ایک کو دوسرے کے ذریعہ ساقط نہ کرو اور نہ اس کی تکذیب کرو بلکہ جہاں تک تمہارا علم مدد کر سکے ان میں تطبیق پیدا کرو، اگر ایسا نہ کر سکو تو پھر تم بجائے اس کے کہ اس میں اپنی عقل وسمجھ کے تیر چلاؤ اس کے حقیقی معنی ومفہوم کا علم اللہ اور اللہ کے رسول کی جانب سونپ دو، یا پھر ایسے علماء وصلحاء جو علم کے اعتبار سے تم سے اعلیٰ وافضل ہوں اور تم پر فوقیت رکھتے ہیں ان سے رجوع کرو۔

259 -- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَاصِمٍ الْعَبَّادَانِيُّ حَدَّثَنَا بَشِيْرُ بْنُ مَيْمُوْنٍ قَالَ سَمِعْتُ اَشْعَثَ بْنَ سَوَّارٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ لِتُبَاهُوْا بِهِ الْعُلَمَآءَ اَوْ لِتُمَارُوْا بِهِ السُّفَهَآءَ اَوْ لِتَصْرِفُوْا وُجُوْهَ النَّاسِ اِلَيْكُمْ فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَهُوَ فِي النَّارِ

258: اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2655

259: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ''علم اس لیے حاصل نہ کرو تاکہ تم اس کے ذریعے علماء کے سامنے فخر ومباہات کا اظہار کرو یا اس کے ذریعے بے وقوفوں سے بحث مباحثہ کرو یا اس کے ذریعے لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرلو تو جو شخص ایسا کرے گا وہ جہنم میں جائے گا''۔

بحث ومباحثہ اور ریاکاری کیلئے علم حاصل کرنے کا بیان

260- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ اَنْبَاَنَا وَهْبُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الْاَسَدِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ لِيُبَاهِيَ بِهِ الْعُلَمَآءَ وَيُجَارِيَ بِهِ السُّفَهَآءَ وَيَصْرِفَ بِهٖ وُجُوْهَ النَّاسِ اِلَيْهِ اَدْخَلَهُ اللهُ جَهَنَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''جو شخص علم اس لیے حاصل کرتا ہے' تاکہ اس کے ذریعے علماء کے سامنے فخر ومباہات کا اظہار کرے یا بے وقوفوں کے ساتھ بحث ومباحثہ کرے' لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرے تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل کرے گا''۔

شرح

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرکار دوعالم نے ارشاد فرمایا۔ قرآن میں جھگڑنا کفر ہے۔

(مسند احمد بن حنبل وسنن ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد اول: رقم الحدیث، 225)

ان لوگوں کا دائرہ کفر کے قریب کر دیا گیا ہے جو قرآن کے معنی ومطالب اور مقاصد ومراد کے تعیین میں جھگڑتے رہتے ہیں اور جس کی عقل میں جو آتا ہے اس کو حق اور صحیح سمجھتے ہوئے ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ نیز ایسے کم فہم لوگوں کو جب ظاہری طور پر قرآن کی آیتوں میں معنی ومقصد کے لحاظ سے فرق نظر آتا ہے تو وہ ان میں سے ایک آیت کو ناقابل اعتناء وناقابل قبول اور ناقابل استشہاد قرار دے کر دوسری آیت کو راجح قرار دے دیتے ہیں۔ گویا اس طرح وہ قرآن ہی کی ایک آیت سے دوسری آیت کو ساقط کر دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسا کرنا شرعی نقطہ نظر سے انتہائی جرم ہے بلکہ ایسی شکل میں جبکہ دو آیتوں میں باہم اختلاف وتضاد نظر آئے تو حتی الامکان دونوں میں تطابق اور توافق پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اگر کسی کے لئے یہ ممکن نہ ہو تو اسے یہ اعتقاد کر لینا چاہئے کہ یہ میری کم علمی اور بدفہمی کی بنا پر ہے اور حقیقی مفہوم ومراد کا علم اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف سونپ دے کہ وہی بہتر جاننے والے ہیں۔ مثلاً اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ خیر اور شر سب اللہ ہی کی جانب سے ہے اور وہ اپنے اس عقیدہ کی بنیاد اس آیت پر رکھتے ہیں کہ ارشاد ربانی ہے۔ آیت (قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ،النساء:78)" یعنی (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) فرمادیجئے کہ سب کچھ اللہ ہی کی جانب سے ہے۔

اہل سنت وجماعت کا یہ عقیدہ اور ان کی دلیل بالکل صحیح اور صاف واضح ہے۔ لیکن اہل قدر اس کی تردید کرتے ہیں اور اس کے برخلاف اپنا عقیدہ یہ قائم کئے ہوئے ہیں کہ خیر کا خالق اللہ ہے اور شر کا خالق اللہ نہیں ہے اور شر کا خالق خود انسان ہے اور اپنے عقیدہ

260: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

کی بنیاد اس آیت پر رکھتے ہیں جو بظاہر پہلی آیت کے متضاد ہے یعنی ارشاد ربانی ہے۔ آیت (مَا اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَا اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ، النساء:79) جو کچھ از قسم نیکی تمہیں پہنچتی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو کچھ از قسم برائی تمہیں پہنچتی ہے وہ تمہارے نفس کی جانب سے ہے۔

بہرحال اس قسم کے اختلافات اور آیتوں میں تضاد پیدا کرنا منع ہے بلکہ یہ چاہئے کہ اس قسم کی آیتوں میں ایسی آیت پر عمل کیا جائے جس پر مسلمانوں کا اتفاق و اجماع ہو اور دوسری آیت میں ایسی تاویل کی جائے جو شرع کے مطابق ہو، جیسا کہ انہیں دونوں مذکورہ بالا آیت میں دیکھا جائے کہ پہلی آیت پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ خیر و شر تمام اللہ ہی کی جانب سے ہے اور ہر چیز تقدیر الٰہی کے مطابق ہی ہوتی ہے اس پر عمل کیا جائے۔ اور دوسری آیت کی یہ تاویل کی جائے کہ دراصل اس آیت کا تعلق ماقبل کی آیت سے ہے کہ اس میں منافقین کی برائی اور ان کا عقیدہ بیان کیا جارہا ہے کہ ان منافقوں کو کیا ہوا ہے جو کہ اس چیز کو جو صحیح اور واضح ہے نہیں سمجھتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ نیکی و بھلائی تو اللہ کی طرف سے ہے اور برائی خود بندہ کے نفس کی جانب سے ہے۔ گویا اس طرح دونوں آیتوں میں تطبیق ہو جائے گی۔ اس طرح دیگر آیتوں میں بھی مطابقت پیدا کی جائے۔

بَابُ: مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ فَكَتَمَهُ

یہ باب سوال پوچھنے والے سے علم چھپانے کے بیان میں ہے

علم چھپانے کی حرمت کا بیان

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا، اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔(البقرہ،۱۷۴)

بیشک وہ لوگ جو چھپاتے ہیں اس چیز کو جو اللہ نے نازل فرمائی یعنی کتاب، اور خریدتے ہیں اس کو بدلہ تھوڑی قیمت تو یہ وہ لوگ ہیں جو نہیں بھرتے اپنے پیٹوں میں مگر آگ، اور اللہ قیامت کے دن ان سے بات نہ کرے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

امام ثعلبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ یہ آیت یہود کے سرداروں اور ان کے علماء کے بارے میں نازل ہوئی یہود کے علماء نچلے طبقہ کے لوگوں سے ہدایا اور نذرانے وصول کرتے تھے اور یہ امید رکھتے تھے کہ نبی ان میں سے مبعوث ہوگا جب اللہ تعالیٰ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو غیروں میں سے پیدا فرمایا تو انہیں اپنے نذرانوں کے ضیاع اور اپنی ریاست کے چلے جانے کا خوف ہوا تو انہوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صفات کو (اپنی کتابوں میں) بدل ڈالا اور دوسری صفات کو لوگوں کے سامنے پیش کیا اور کہنے لگے یہ نبی کی صفات ہیں جو آخری زمانہ میں تشریف لائیں گے۔

اور جو نبی آیا ہے اس کی یہ صفات نہیں ہیں جب نچلے طبقہ کے لوگوں نے ان تبدیل شدہ صفات کی طرف دیکھا اور ان کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صفات کے مخالف پایا تو انہوں نے ان کی اتباع نہ کی اس پر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لفظ آیت ان الذین

يكتمون ما انزل الله من الكتب ۔(تفسیر درمنثور،سورہ البقرہ،بیروت)

علم چھپانے والے کیلئے آگ کی وعید کا بیان

261- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ حَدَّثَنَا عِمَارَةُ بْنُ زَاذَانَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَكَمِ حَدَّثَنَا عَطَاءٌ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ رَّجُلٍ يَحْفَظُ عِلْمًا فَيَكْتُمُهُ اِلَّا اُتِىَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلْجَمًا بِلِجَامٍ مِّنَ النَّارِ حَدَّثَنَا اَبُوالْحَسَنِ اَىِ الْقَطَّانُ وَ حَدَّثَنَا اَبُوْحَاتِمٍ حَدَّثَنَا اَبُوالْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا عِمَارَةُ بْنُ زَاذَانَ فَذَكَرَ نَحْوَهٗ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص کسی علمی چیز کو یاد کرنے کے بعد پھر اسے چھپائے تو جب اسے قیامت کے دن لایا جائے گا' تو اسے آگ کی لگام ڈالی گئی ہوگی۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

علم کو بیان کردینے کے حکم کا بیان

262-حَدَّثَنَا اَبُوْمَرْوَانَ الْعُثْمَانِىُّ مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا اِبْرٰهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِىِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ الْاَعْرَجِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَوْلَا اٰيَتَانِ فِىْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى مَا حَدَّثْتُ عَنْهُ يَعْنِىْ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا اَبَدًا لَوْلَا قَوْلُ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتَابِ اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَتَيْنِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! اگر اللہ کی کتاب میں دو آیات موجود نہ ہوتیں' تو میں کبھی بھی ان کے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے کوئی حدیث بیان نہ کرتا۔ اگر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہ ہوتا'' بے شک وہ لوگ جو اس چیز کو چھپاتے ہیں: جو اللہ تعالیٰ نے کتاب میں سے نازل کی ہے۔'' یہ اگلی دو آیات تک ہے۔

شرح

(۱) اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔(البقرہ،۱۷۴)

(۲) اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ۔(البقرہ ۔۱۷۵)

263- حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ اَبِى السَّرِىِّ الْعَسْقَلَانِىُّ حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ تَمِيْمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّرِىِّ

261: اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 3658' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 2649

262: اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 1' 18' ورقم الحدیث: 2350' ورقم الحدیث: 7354' اخرجہ مسلم فی الصحیح'' رقم الحدیث: 6347' ورقم الحدیث: 6348

263: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا لَعَنَ اٰخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَوَّلَهَا فَمَنْ كَتَمَ حَدِيْثًا فَقَدْ كَتَمَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ''جب اس امت کے آخری زمانے کے لوگ پہلے والوں پر لعنت کرنا شروع کریں گے اس وقت جو شخص کوئی ایک بات چھپائے گا' تو وہ اس چیز کو چھپائے گا' جسے اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے''۔

264- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْاَزْهَرِ حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ جَمِيْلٍ حَدَّثَنِيْ عُمَرُ بْنُ سُلَيْمٍ حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ اِبْرٰهِيْمَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ فَكَتَمَهُ اُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِّنْ نَارٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ''جس شخص سے کسی علمی بات کے بارے میں دریافت کیا جائے اور وہ اسے چھپا دے' تو قیامت کے دن اسے آگ سے بنی ہوئی لگام ڈالی جائے گی''۔

شرح

علم رسانی کے سلسلے میں صرف جذبہ کافی نہیں بلکہ اس کے لیے چند مزید بنیادی باتیں ضروری ہیں۔ اُستاد کے لیے ضروری ہے کہ اسے جو سبق اور جو مضمون پڑھانا ہو، اس پر اسے کامل عبور حاصل ہو، اس کے بارے میں طالب علم کے ذہن میں جو بھی اشکال یا سوال آ سکتا ہو، اس کا حل اس کے پاس موجود ہو۔ یہ تب ہی ہو سکتا ہے جب معلّم نے متعلقہ مضمون کا بھرپور مطالعہ اور تیاری کی ہو۔ طالب علم استاد کے پاس امانت ہیں، لہٰذا مضمون کی بھرپور تیاری نہ کرنا امانت میں خیانت ہے۔ بخوبی مطالعہ کے بعد اُستاد کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اسے اظہار مافی الضمیر اور مناسب اندازِ تعبیر پر قدرت حاصل ہو، یعنی جس مضمون کا اس نے مطالعہ کیا ہے، اُسے خوبصورت اسلوب اور دل نشین انداز میں طلبہ کے سامنے بیان کر سکے۔ اظہار مافی الضمیر کی صلاحیت سے مراد خطیبانہ انداز قطعاً نہیں ہے جو وعظ کی محفلوں، جلسوں اور جمعہ کے خطبوں میں اختیار کیا جاتا ہے، نہ اس سے ادیبانہ اُسلوب مراد ہے جس میں مترادفات، تکرار اور تشبیہات کی بھرمار ہوتی ہے بلکہ اس سے مراد وہ عام فہم اُسلوب ہے جو علمی مضامین کی تفہیم میں بروئے کار آتا ہے۔ اسی طرح عمدہ تدریس کے لیے نظم و ترتیب بھی بہت ضروری ہے۔ مطلب یہ کہ آپ اپنا حاصل مطالعہ کیسے مرتب اور متوازن انداز میں پیش کریں جس سے سامع اور شاگرد کو فائدہ پہنچے۔ علاوہ ازیں شاگردوں کے معیار اور ذہنی سطح کی رعایت بھی بہت ضروری ہے۔

اُستاذ کو چاہیے کہ سبق پڑھاتے وقت ایسی تقریر نہ کرے جو طالب علم کے فہم اور استعداد سے بالاتر ہو۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

264: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُونَ، أَتُرِيدُونَ أَنْ يُكَذَّبَ اللهُ وَرَسُولُهُ؟

"لوگوں سے ان کی سمجھ اور استعداد کے مطابق حدیثیں بیان کرو، کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کی تکذیب کردی جائے؟ (صحیح بخاری تعلیقا:127)

طالب علم کی حوصلہ افزائی فرمایئے: اُستاد کو چاہیے کہ اچھی تعلیمی کارگزاری اور درست جوابات دینے پر اپنے شاگردوں کی حوصلہ افزائی کرے اور ان کی ہمت بڑھائے۔

ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُبی بن کعب سے پوچھا: کیا تجھے معلوم ہے کہ کتاب اللہ کی سب سے عظیم آیت کونسی ہے؟ اُبی بن کعب نے جواب دیا: آیت الکرسی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر اُن کے سینے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: لِيَهْنِكَ الْعِلْمُ، أَبَا الْمُنْذِرِ صحیح مسلم:810

"ابومنذر! تجھے علم مبارک ہو۔" اُستاد کو طالب علم کے حق میں دعا کرنی چاہیے: اُستاد کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کے حق میں خیر و برکت اور توفیق و دانائی کی دعا کرتا رہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے بیت الخلا گئے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وضو کا پانی لا کر رکھ دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو دریافت فرمایا: پانی کس نے رکھا ہے؟ جب آپ کو بتایا گیا تو آپ نے دعا فرمائی: اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ، اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ صحیح بخاری:143

"اے اللہ! اسے دین کی گہری سمجھ دے۔ اللہ! اسے کتاب (قرآن) کا علم عطا کر دے۔"

طالب علم جواب نہ دے سکے تو اُستاد کو بتادینا چاہیے: جب اُستاد کلاس روم میں شاگردوں سے سوالات پوچھے اور طالب علم درست جوابات دیں تو ان کی حوصلہ افزائی کرے اور شاباش دے۔ اگر وہ جواب نہ دے سکیں تو پھر اُستاد خود صحیح جواب بتادے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا کہ درختوں میں ایک ایسا درخت ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور اس کی مثال مسلمان کی طرح ہے، وہ درخت کونسا ہے؟ اس سوال پر لوگ جنگل کے مختلف درختوں (کی بحث) میں پڑ گئے، جب کوئی جواب بن نہ پڑا تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ ہی ہمیں بتادیں۔ آپ نے فرمایا: "وہ کھجور کا درخت ہے۔" صحیح بخاری: 62131,

265- حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ حِبَّانَ بْنِ وَاقِدٍ الثَّقَفِيُّ أَبُو إِسْحٰقَ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَابٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي سَعِيدِ نِ الْخُدْرِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدِ نِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَتَمَ عِلْمًا مِمَّا يَنْفَعُ اللهُ بِهِ فِي أَمْرِ النَّاسِ أَمْرِ الدِّينِ أَلْجَمَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنَ النَّارِ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''جو شخص کوئی ایسی علمی بات

265: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

چھپائے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ لوگوں کے معاملے میں انہیں دینی اعتبار سے کوئی نفع دے سکتا ہو تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کو آگ سے بنی ہوئی لگام ڈالے گا''۔

عالم کو چاہیے جو مسئلہ جانتا ہے وہ بتائے

266- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَفْصِ بْنِ هِشَامِ بْنِ زَيْدِ بْنِ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِبْرٰهِيْمَ اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرٰهِيْمَ الْكَرَابِيْسِيُّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ فَكَتَمَهُ اُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِّنْ نَّارٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''جس شخص سے کسی علمی چیز کے بارے میں دریافت کیا جائے جسے وہ جانتا ہو پھر وہ اسے چھپائے تو قیامت کے دن اسے آگ سے بنی ہوئی لگام ڈالی جائے گی''۔

شرح

ان حدیثوں پر ایک نظر ڈال کر ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ دین کی باتوں کو آشکارا کرنا، لوگوں کی جہالت دور کرنا، مخالف اسلام حرکتوں کے خلاف خطرات سے بے پرواہ ہو کر آواز اٹھاتے رہنا اور جو کچھ حق ہے بے خوف لومۃ لائم لوگوں کو بتاتے رہنا، صرف ایک نفلی نیکی نہیں ہے بلکہ ہر شخص پر اس کی استعداد اور صلاحیت کے لحاظ سے یہ واجب ہے۔ اگر کوئی شخص علم اور صلاحیت رکھتے ہوئے برائیوں کی اصلاح کی کوشش نہیں کرے گا تو وہ جرم اور اس کی سزا دونوں میں اصلی مجرمین کا شریک ٹھہرے گا۔ اس سے مستثنیٰ صرف وہ شخص ہوگا جو ہاتھ اور زبان سے اصلاح کی سرے سے طاقت ہی نہ رکھتا ہو، ایسے اشخاص کے اسلام کا کم سے کم مطالبہ یہ ہے کہ وہ برائی کو برائی سمجھتے رہیں اور اپنے آپ کو اس سے دور رکھیں۔

266: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔